سلسلۂ اشاعت نمبر 9

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم　　کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا ''الحاد'' بھی ساتھ

دور حاضر کے فکری الحاد اور ملحدین کی اسلام پر یلغار
کا مختصر و جامع مطالعہ پیش کرنے والی فکر انگیز تحریر

دورِ حاضر کا فکری اِلحاد

تالیف

محمد اسمٰعیل شیخ　　محمد تنویر رضوی

محمد شاہد رضوی　　محمد رضاء اللہ نوری

رضا دار المطالعہ، دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن
کرلا ممبئی ۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم　　　کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا ''الحاد'' بھی ساتھ

دورِ حاضر کے فکری اِلحاد اور ملحدین کی اسلام پر یلغار کا مختصر و جامع مطالعہ پیش کرنے والی فکر انگیز تحریر

دورِ حاضر کا فکری اِلحاد

تالیف

محمد اسمٰعیل شیخ　　　محمد تنویر احمد رضوی

محمد شاہد رضوی　　　محمد رضاء اللہ نوری

ناشر

رضا دار المطالعہ، دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن،

کرلا، ممبئی ۷۰

تعارف

کتاب: دور حاضر کا فکری الحاد

تالیف: محمد اسمٰعیل شیخ محمد تنویر احمد رضوی
محمد شاہد رضوی محمد رضاء اللہ نوری

نظر ثانی: خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد نعیم الحق رضوی ازہری
صدر المدرسین دار العلوم ھٰذا

حرفِ آغاز: خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی ساجد علی رضوی مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم ھٰذا

کمپوزنگ: بدستہائے خود

سن اشاعت: ۲۰۲۱ء / ۱۴۴۲ھ

صفحات: ۸۸

تعداد: گیارہ سو

تقسیم کار:

رضا دار المطالعہ دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن، کرلا، ممبئی ۷۰

شرفِ انتساب

ان اربابِ دعوت وعزیمت مجددین اسلام،
مجتہدین کرام اور علماے ربانیین کے
نام۔۔۔۔۔
جنہوں نے ہر دور میں اِلحاد اور ارتداد کے
طوفانوں میں شمع اسلام کو
روشن رکھا اور جن کی قربانیوں نے
باطل کو کسی میدان میں ٹکنے نہ دیا

خاکِ کوچۂ رضا

اسمٰعیل شیخ، تنویر رضا، شاھد رضا، رضاء اللہ

فہرست

لبرل ازم

اہل اسلام پر مغربی افکار کی یلغار

الحاد کا سدِ باب

مذہب کی ضرورت

ملحدین کے اعتراضات

مذہب میں اختلاف کیوں؟

مذہب انسانوں کو غلام بنا دیتا ہے؟

کیا دنیا میں فسادات کی بہت بڑی وجہ مذہب ہے؟

نکاح نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا!

اللہ تعالیٰ بندوں کو پریشانیوں میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟

اللہ کے رحمان ہونے کے باوجود غریب کے بچے بھوکے کیوں مرتے ہیں؟

شیطان کو پیدا کس نے کیا؟

اللہ تعالیٰ نے خود ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو عذاب کیوں؟

اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے تو اللہ تعالیٰ کا خالق کون ہے؟

خدا نظر کیوں نہیں آتا؟

جب کوئی چیز نظر نہیں آتی تو ہم اس پر کیسے ایمان لے آئیں؟

خدا کی عبادت کیوں کی جاتی ہے؟

آخرت میں سزا کی مدت دراز کیوں ہے؟

فکری جنگ کا مقابلہ کیسے کریں؟

حرفِ آغاز

مبسملاو محمدا ومصلیا

عسکری جنگوں میں پوری طرح ناکام ہونے کے بعد مخالفین نے اسلام کے خلاف فکری جنگ چھیڑ دی، اگر چہ فکری جنگ کی تاریخ پرانی ہے مگر پچھلی چند دہائیوں سے یہ شباب پر ہے۔ مسلم ممالک میں اس فکری الحاد کو عام کرنے کے لیے جی توڑ کوشش جاری ہے۔ ذہنی الحاد کا زہر تعلیم کی بوتل میں ڈال کر نئی مسلم نسل میں منتقل کیا جارہا ہے تا کہ نسل نو برائے نام مسلمان رہ جائے اور فکری طور پر اسلام سے برگشتہ ہو۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

ہم تو سمجھتے تھے لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ٹی وی چینل، فلم، ویب سائٹ اور شوشل میڈیا؛ یہ سب ملحدین کا بڑا ہتھیار ہیں، جن کے ذریعے اسلام بیزار نسل پروان چڑھ رہی ہے۔ فکری الحاد کا ڈسا شخص تذبذب کا شکار، اسلامی تہذیب سے بیزار اور احکام شرع میں تبدیلی کا خواستگار رہتا ہے۔

داڑھی، ٹوپی، مدارس، علما اور اسلامی طرز زندگی کو قدامت پسندی اور ترقی کا دشمن سمجھتا ہے۔ ماڈرن معاشرہ، حیا سوز کلچر اور اہل مغرب کی ہر چیز اسے کامیابی کا زینہ نظر آتی ہے۔ ان سب کے باوجود وہ مسلم سوسائٹی کا ایک فرد بن کر رہتا ہے اور اس کے جراثیم سے معاشرہ جس بگاڑ کا شکار ہوتا ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ اس فکری الحاد کی طرف توجہ دلا کر اس کے خلاف پوری قوت سے جنگ لڑی جائے۔

دارالعلوم غوثیہ ضیاء القرآن، کرلا، سے اس سال فارغ التحصیل ہونے والے طلبۂ

فضیلت نے وقت کی اس پکار پر لبیک کہتے ہوئے ''فکری الحاد اور اس کے سد باب'' پر مواد جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، جو بلاشبہ ان طلبہ کا لائق تحسین اقدام ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ طلبہ کی اس کاوش کو قبول کر کے اسے مقبول انام فرمائے۔ اور ادارہ کے جملہ اساتذہ اور اراکین ومعاونین کو دنیوی واخروی سعادتوں سے مالا مال کرے۔

آمین بجاہ رسولہ الکریم علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

محمد ساجد علی رضوی مصباحی

خادم الافتاء والتدریس دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن، کرلا، ممبئی

۲۷ / رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۲ / مارچ ۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِلحاد (ATHEISM)

الحاد کا لغوی معنیٰ:

الحاد کا لغوی معنیٰ ''میلان اور انحراف'' ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

''الحاد اصل میں مطلقاً اعراض و انحراف کے معنیٰ میں آتا ہے۔اسی لیے بغلی قبر کو لحد کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ بھی ایک طرف مائل کر کے بنائی جاتی ہے۔'' (تفسیر سورہ حم سجدۃ)

الحاد کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاح میں الحاد سے مراد ''الحاد فی الدین'' شائع ہے۔اور عرف میں یہ لفظ حق سے باطل کی طرف انحراف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ملحد کی تعریف:

لفظ ملحد لغوی تعریف کے اعتبار سے کفر کی تمام اقسام کو شامل ہے اور اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے ''اگر کوئی زبان سے تو حق کا اقرار کرتا ہے مگر ضروریات دین میں سے کسی امر کی ایسی تشریح کرتا ہے جو صحابہ، تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو'' وہ ملحد ہے۔

دہریت کے تین بڑے فرقے ہیں۔

(۱) الحادِ مطلق (۲) لاادریت (۳) معطلہ

(۱) اِلحادِ مطلق: (GNOSTICISM)

خدا کے وجود کا بالکل انکار کرنا اور کائنات کے وجود کو ایک حادثہ و اتفاق سمجھنا اور کائنات کے جاری وساری رہنے کو قانونِ فطرت کہنا۔

(۲) لاادریت: (AGNOSTICISM)

''خدا کے وجود کے معاملے کو سوچ سے بالاتر سمجھنا۔''

چنانچہ ان لوگوں سے خدا کے متعلق سوال کیا جائے تو کہتے ہیں ''ہمیں معلوم نہیں۔''

(۳) معطلہ: (DEISM)

خدا کے وجود کو مانتے ہیں مگر یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے کائنات کو تخلیق کیا پھر چھوڑ کر چلا گیا۔ (معاذ اللہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے بنانے کے بعد خدا نے کائنات کو چلانے کے قوانین بتا دیئے اور اب کائنات خود چل رہی ہے، خدا کا اس میں اب کوئی عمل دخل نہیں، جس طرح ایک خودکار آلہ (Automatic Machine) بنا کر انسان اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

مستند اور آفاقی دلائل کی بنیاد پر یہ لوگ وجود خدا کے منکر تو نہ ہوئے البتہ ظاہری اسباب وعلتوں کو دیکھ کر ہر لمحہ اس کی تاثیر کے منکر ہو گئے۔

الحاد کی مختصر تاریخ:

دہریہ لوگ اسلام سے پہلے قبل مسیح کے دور سے چلے آرہے ہیں، نزول قرآن کے وقت بھی یہ طبقہ موجود تھا۔

زمانۂ قدیم سے ہی بعض لوگ الحاد کے کسی نہ کسی شکل میں قائل تھے، لیکن اس

معاملے میں خدا کے وجود کا انکار بہت ہی کم کیا گیا۔

دنیا میں عوام الناس کی اکثریت ایک یا کئی خداؤں کی بہر حال قائل رہی ہے، لیکن زمانۂ قدیم میں خدا کے وجود کا انکار کرنے والے صرف چند افراد موجود رہے ہیں۔

بڑے مذاہب میں صرف بدھ مت ہی ایسا مذہب ہے جس میں کسی خدا کا تصور نہیں پایا جاتا، ہندو مذہب کے بعض فرقوں جیسے ''جین مت'' میں خدا کا تصور نہیں ملتا، اس کے علاوہ دنیا بھر میں صرف چند فلسفی گزرے ہیں جنھوں نے خدا کے وجود کا انکار کیا۔

خالص دہریت کبھی بھی طاقتور مذہب نہ بن سکی، دنیا میں یا تو انبیاے کرام علیہم السلام کے ماننے والے غالب رہے ہیں یا پھر شرک کا غلبہ رہا۔ یہ فرقہ اس وقت ظہور میں آیا جب اسلام ترقی کے منازل طے کر رہا تھا، ہر طرف اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا، تو دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ کی کوشش سے یہ فرقہ قائم کیا گیا تا کہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جائے اور جو قبول کر چکے ہیں ان کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔

اس کو حقیقی فروغ چند صدیوں قبل حاصل ہوا، سولہویں صدی سے اس کی تاریخ شروع کر سکتے ہیں، بیسویں صدی میں اس کی تشہیر اور پھیلاؤ کے لیے جدو جہد عروج پر پہنچ گئی۔

رچرڈ ڈاکنز (Richard Dawkins) 1941

ڈینیئل ڈینٹ (Daniel Dent) 1942

کرسٹوفر ہیچنز (Cristopher Hatchins) 1949

سیم ہیرس (Sam Haris) 1967

مذکورہ بالا ملحدین نے تصنیفات کے ذریعے الحاد کو شہرت دی اور اپنے نظریات کے فروغ کے لیے مختلف سیمینار بھی منعقد کرتے رہے۔

اسلام پر فکری حملہ

مسلمانوں نے یہودو نصاریٰ کو بہت سی جنگوں میں شکست فاش دی تھی ۔ یہودو نصاریٰ نے جب دیکھ لیا کہ صلیبی جنگوں جیسی بڑی تخریبی کاروائیوں کے باوجود مسلم اقوام میں کبھی تذبذب، اضطراب اور جذبۂ شکستگی کا احساس تک نہ پیدا ہوا، بلکہ ہر میدان میں ثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا، اور اسلامی قوت ناقابلِ تسخیر سمجھی جانے لگی، اور اسلام نے میدانِ جہاد کے علاوہ یہودو نصاریٰ کے مسخ شدہ عقیدے پر بھی ضرب کاری لگائی جس کی وجہ سے ان کمزور عقیدے والے ہی نہیں، بلکہ راسخ العقیدہ حضرات بھی رفتہ رفتہ اسلام کو گلے لگاتے جارہے ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر انہوں نے پالیسی بدلی اور تیر وتلوار پھینک کر اسلام کے علمی ماخذ، تہذیب وثقافت اور اقدار پر حملہ کرنے کا سوچا، مطالعہ کی غرض صرف یہ تھی کہ اس میں تحقیق اور ریسرچ کے نام پر اعتراضات کیے جائیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے سلسلے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کردیا جائے۔

اس طرح صلیبی جنگ نے پانسا پلٹا، اور نئی کروٹ لی اور ''عسکری میدان'' سے ''فکری میدان'' کی طرف جنگ کا رخ کردیا گیا۔ اسی لیے انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا، اور قرآن، احادیث مبارکہ ودیگر اسلامی علوم کو اپنی زبانوں میں منتقل کرنا شروع کردیا، اور پھر ''استشراق'' کے نام پر مستقل ایک تحریک وجود میں آئی جس نے شرقی لسانیات اور مذاہب وعلوم پر تحقیق کے لبادے میں اسلام پر زوردار حملے کا آغاز کردیا۔ یہ لوگ مستشرقین کہلائے۔

مسلم اقوام الحاد کا اثر

دہریت کا سب سے بڑا دشمن اسلام ہی ہے، کیونکہ اسی نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا،

اس کی مخالفت کی اور رکاوٹ بن کر اس کے سامنے آیا۔ جس کے حل کے لیے سیکولر اور لبرل نظریات کو رواج دیا گیا، ایک مسلمان چاہے جتنے بھی گناہ کر لے، جتنا بھی فاسق و فاجر ہو، وہ خدا کے وجود تو کجا وحدانیت کا بھی منکر نہیں ہوتا۔

البتہ وہ بعض مسلمان جو "دہریہ" ہو گئے، اس کی بنیادی وجہ شروع ہی سے مغرب زدہ ذہنیت اور اسلامی علوم سے نا آشنائی یا مشکل رسائی ہے۔ ان سب چیزوں نے انہیں اس ہولناک گڑھے میں ڈھکیل دیا۔

اہلِ ایمان میں الحاد کیسے آیا؟

جیسا کہ ماقبل میں ذکر ہوا کہ الحاد مسلمانوں میں بالکل بے اثر رہا اور جب ملحدین نے یہ دیکھا کہ اسلام کے متبعین پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو انہوں نے بڑی چالاکی سے فکری الحاد کی راہ اختیار کی، اور ہوشیاری سے دنیاوی تعلیم کے بڑے ادارے قائم کیے جن میں سیکولرازم جیسا خوبصورت نام رکھ کر الحاد کو پروسا گیا، لوگ اعلی تعلیم کے خواب میں ان اداروں میں جاتے رہے اور انجانے میں الحاد کا شکار ہوتے رہے۔ ساتھ ہی انہوں نے مردوزن کی مخلوط تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا تاکہ نفس کے پرستار اس جال سے نکل ہی نہ سکیں۔

ہماری آنکھیں اس بات کی گواہ ہیں کہ اعلی تعلیم کے نام پر جو ادارے قائم کیے گئے انہوں نے الحاد کو گھر گھر تک پہنچایا۔ اس کے بعد وہ تمام افراد جو گناہ کرنے کی آزادی چاہتے ہیں جس کی اجازت مذہب انہیں ہرگز نہیں دے سکتا تو ایسے افراد نے بھی الحاد اور لادینیت کا سہارا لے کر اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل کی، کیوں کہ اگر دین کو اپنے گلے کا طوق بنائیں گے تو دین جن باتوں سے روکتا ہے ان سے باز رہنا پڑے گا اور جن باتوں کا حکم دیتا ہے ان کی تعمیل کرنی ہوگی، اور الحاد ان تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ جو آپ کا دل کرے آپ کرتے جائیں کوئی بندش نہیں، کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں۔ اگر دین کو مانیں گے تو دین کے احکام کو بھی ماننا پڑے گا جو کہ من مانی کی راہ میں سب سے بڑا

روڑا ہیں۔

چنانچہ رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ. (سورہ آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ.

ترجمہ: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف، نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا، اور منع فرماتا ہے بے حیائی بری بات اور سرکشی سے، تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

(سورہ النحل:۹۰)

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا. (سورۃ الاسراء:۳۲)

ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ۔

اور ان احکام کو ماننے کے لیے دین کی سمجھ اور دین سے محبت ضروری ہے جو ان سیکولر اسکول، کالج یا یونیورسٹی کے پڑھے لوگوں میں نہیں ہوتی اسی لیے وہ الحاد کی طرف چلے جاتے ہیں۔

اس بڑھتی ہوئی لادینیت کے ذمہ دار ایک حد تک وہ اعلیٰ تعلیمی ادارے ہیں جن میں اعلیٰ تعلیم کے نام پر مذہب بیزاری کا سبق دیا جاتا ہے۔ اور مساوات کے نام پر مخلوط تعلیم کی آڑ میں نفس پرستی اور گناہوں کی کھلی چھوٹ دے کر دل کالے کیے جاتے ہیں۔ اس مقصد کے ساتھ کہ تعلیمی اداروں میں مسلمان عیسائی نہ بھی بنیں گے تو کم از کم مسلمان بھی نہ

رہیں گے۔یعنی سیکولر، لادین، نیچری یا ملحد بن جائیں گے۔ اہل فراست اس چیز کو بہت پہلے ہی سمجھ گئے تھے اسی لیے تو اقبال اس مفہوم کی ترجمانی یوں کی ہے۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا ''الحاد'' بھی ساتھ

ملحدین کے افکار

مذہب کے انکار میں ملحدین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مذہب دراصل قدیم انسانوں کی ایجاد ہے۔ جسے انہوں نے اپنے فہم سے بالاتر سوالوں کے جواب نہ ہونے پر ذہنی تسکین کے لیے وضع کرلیا تھا۔لیکن اب سائنس کی ترقی نے انسان کو وہ سب کچھ بتادیا ہے جن سے وہ پہلے لاعلم تھا۔

عقیدۂ آخرت کے بارے میں ملحدین کا موقف ہے کہ موت واقع ہوجانے کے بعد انسان کا تعلق اس دنیا سے ختم ہوجاتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کرنہیں آتا۔موت کے وقت اور موت کے بعد کیا ہوتا، کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں، اس کا مشاہدہ ہم موت آنے سے پہلے نہیں کرسکتے، اس لیے عقیدۂ آخرت کو تسلیم کرنا غیرضروری ہے۔

بہت سی ایسی باتیں جن کو حواس خمسہ سے جانا نہیں جاسکتا اس کے بارے میں ملحدین کا اصرار ہے کہ ''اگر وہ گزری ہوئی بات ہے تو قصۂ ماضی سمجھ کر بھول جانا چاہیے اور بقیہ چیزیں جو عقل میں نہیں آتیں انہیں ماننا انسانی عقل کی شان کے خلاف ہے۔''

ملحدانہ طرزحیات

خدا کے وجود کا انکار کے ساتھ ہی لازمی نتیجہ کے طور پر وحی اور آسمانی صحائف کی

بھی کوئی حقیقت و اہمیت ملحدین کے نزدیک باقی نہیں رہتی ،اہل مذہب کے مطابق خدائے تعالیٰ نے زندگی کے تمام شعبوں کے لیے وحی نازل فرما کر رہنمائی کی، تا کہ انسان ان احکامات کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔لیکن مذہب کے انکار کے بعد ملحدین طرزِ حیات کے متعلق عام طور پر سیکولرازم،اور معاشیات میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کے قائل ہیں۔

مطلق آزادی کا تصور

فرد کی بے لگام آزادی ملحدانہ نظامِ فکر کا بنیادی خاصہ ہے۔یعنی ایک فرد اپنی انفرادی زندگی میں ہر طرح سے مکمل آزاد ہونا چاہیے۔ چنانچہ مذہب جو سماجی اصول وضوابط، عبادات اور اقدار کا ضابطہ فراہم کرتا ہے، ملحدین کے نزدیک یہ سب غیر ضروری ہیں۔ چنانچہ انسان کو اپنی زندگی میں مذہبی قدغن مثلاً شراب نوشی ،زنا،سود، برہنگی وغیرہ کی حرمت کا احترام اور ان کی پابندی نہیں کرنی چاہے۔اس مطلق آزادی کے تصور میں مذہب محض ایک ثقافتی حیثیت رکھتا ہے۔یعنی ایک شخص جس مذہب وسماج میں پیدا ہوگا،اس کی شادی بیاہ ،تہوار، تجہیز و تدفین وغیرہ کے رسوم اسی مذہب کے مطابق ہو سکتے ہیں۔اس سے زیادہ مذہب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اباحیت اور جنسی آزادی

الحاد کے فروغ کے ساتھ ہی مغرب میں جنسی آزادی کا تصور بیدار ہوا۔ اکثر ملحدین کے مطابق کھانے پینے سونے کی طرح جنسی خواہشات کی تکمیل انسان کی فطری خواہش ہے لہٰذا اسے اجازت ہونی چاہیے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔اسی وجہ سے ان کے نزدیک زنا بالجبر ایک غلط کام ہے مگر دونوں فریقین کی رضامندی سے ہونے والے جنسی تعلق میں کوئی برائی نہیں۔

فری سیکس (Free Sex) کے تصور کو سب سے پہلے اہل مغرب میں مشہور ملحد ماہر نفسیات ''نیورولوجسٹ سگمنڈ فرائڈ'' ۶ مئی ۱۸۵۶ء۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء نے پیش کیا تھا۔فرائڈ کے مطابق جس طرح انسان بھوک، پیاس وغیرہ جیسی خواہشات کو پورا نہ کرے تو بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، اسی طرح جنسی خواہش کی تکمیل نہ ہونے پر ذہنی مریض بن جاتا ہے؟فرائڈ کے نظریے کو اہلِ مغرب نے بخوشی قبول کیا اور مصنفین، فلسفی، موسیقار، شعرا، ڈرامہ نگار اور فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے سبھی لوگوں نے اس تصور کے فروغ کے لیے اپنی اپنی کوششیں کیں۔دور حاضر میں جب مغرب میں فلم انڈسٹری قائم ہوئی تو اس انڈسٹری نے بھی جنسی آزادی کے تصور کو پروان چڑھایا۔ابتدا میں عمومی قسم کی فلموں کے ذریعے لوگوں کے جنسی جذبات کو ابھارنے کی کوششیں کی گئیں، لیکن جلد ہی باقاعدہ طور پر اس مقصد کی تکمیل کے لیے پورنوگرافی (Pornography) پر مبنی فلم انڈسٹری قائم کی گئی، جس کا اہم مقصد اباحیت اور ننگے پن (Nudism) کا فروغ ہے۔اس انڈسٹری میں کام کرنے والوں کو مغرب میں عصمت فروشوں کی حیثیت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ یہ محض ایک فلمی پیشہ ہے۔

ماضی میں خواتین میں فری سیکس تحریک کے فروغ میں ایک اہم رکاوٹ جنسی تعلق سے حاملہ ہونے کا خوف تھا، لیکن مانع حمل ادویات کی ایجاد نے اس تصور سے متاثر خواتین کو اس میدان میں آگے بڑھنے کا موقع دیا کہ وہ شادی کے بغیر جنسی تعلق سے بھی حاملہ نہ ہوں۔پھر مغرب میں آزادانہ جنسی تعلق کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی۔جس کے مطابق زنا بالجبر کے علاوہ انسان جس طرح سے چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کرسکتا ہے، اگروہ ہم جنس پرستی کرے تو اس پر کوئی تنقید نہیں کرسکتا کیونکہ وہ اس کا حق ہے۔بیسویں صدی میں انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی بدولت اہل مشرق بھی اس جنسی بے راہ روی سے شدید متاثر ہوئے جس کا نتیجہ آج ہم بخوبی دیکھ رہے ہیں۔

استشراق (ORIENTALISM)

لغوی معنٰی: اشراق، شرق سے ماخوذ ہے، شرق (Orient) سے وہ علاقہ مراد لیے جاتے ہیں جہاں سورج پہلے طلوع ہوتا ہے۔

اہلِ یورپ کے یہاں مشرق دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، پہلے معنی کے لحاظ سے مشرق وہ تمام علاقے ہیں جو یورپ سے مشرق کی سمت ہیں اس طرح اس مفہوم میں ایشیاء کے تمام ممالک داخل ہوں گے۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے بحر روم کے پار کی دنیا مشرق کہلاتی ہے، اس اعتبار سے یورپ کے جنوب میں واقع افریقہ بھی اس مفہوم میں شامل ہو جائے گا۔

اصطلاحی تعریف:

دِرَاسَةُ الْغَرْبیینَ لِلشَّرْقِ الْإِسْلَامِی حَضَارَتَهٗ وَاَدْیَانَهٗ وَآدَابَهٗ وَلُغَاتِهٖ وَتَارِیْخَهٗ وَثَقَافَاتِهٖ وَعَادَاتِهٖ۔"

اہلِ مغرب کا مشرقی اسلامی دنیا کی تہذیب، مذاہب، ادب، لغت، تاریخ، ثقافت، اور عادات واطوار کی تعلیم حاصل کرنا۔

مستشرقین (Orientalist):

جو لوگ استشراق کا کام کرتے ہیں انہیں مستشرق (Orientalist) کہا جاتا ہے۔

مستشرق وہ لوگ ہیں جو مذہبی تعصب کی بنا پر علوم اسلامیہ کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ اسلام کے مصادر میں آمیزش کی جائے، اسلام کی روح کو متاثر کیا جائے، اور اس کی شکل و صورت کو بگاڑ کر اس کی عظمتوں کو داغدار اور پاش پاش کیا جائے۔

تاریخ استشراق: (History of Orientalism)

استشراق کا پہلا دور سن ۱ھ تا ۷۰۰ھ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دور حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ طیبہ سے شروع ہو کر صلیبی جنگوں پر ختم ہوتا ہے۔ دور خلافت راشدہ اور اموی دور میں یہودی علما اور عیسائی پادریوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً اسلام پر اعتراضات کا سلسلہ جاری رہا۔مگر اس کوشش سے مسلمان قطعاً متاثر نہ ہوئے۔ اس دور میں غیر مسلموں نے طب، کیمیا، ریاضی، زراعت اور اَدب جیسے علوم میں مسلمانوں کی شاگردی اختیار کی۔ یورپ میں عالم اسلام کی کئی منتخب کتب کے ترجمے کئے گئے تھے۔ بوعلی سینا، جابر بن حبان، الفارابی اور ابن رشد کی کتابوں کو مقامی زبانوں میں ڈھالا گیا۔ اس دور میں پہلی بار فرانس، برطانیہ، اٹلی اور اسپین میں یونیورسٹیوں کا آغاز ہوا، جن میں مسیحی مذہب کے علاوہ قانون، طب اور آرٹ سمیت کئی علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔

آگے چل کر استشراق نے صلیبی جنگوں کو جنم دیا، قوم پرستی کو بڑھاوا دے کر مسلمانوں کو لڑایا، اسلام پر اعتراضات کیے، اور ۱۹۷۳ء میں پیرس میں منعقدہ ایک کانفرس میں استشراق کی جگہ نئی اصطلاح عالمگیریت کو متعارف کرایا۔

امریکی استشراق

اس وقت کا استشراق امریکی ہے اور اسی کی نگرانی میں پل رہا ہے۔خصوصاً ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۱ء کے بعد استشراق کی باگ ڈور مکمل طور پر امریکا کے ہاتھ میں ہے۔مشنریوں سے لے کر فری میسنریوں تک، گمراہی کے ہر مظہر کو استشراق کا تعاون حاصل ہے۔

اسالیبِ استشراق

مستشرقین کی تحقیقات اور کارکردگی کے تین انداز ہیں۔

(۱)انکشافات اور تحقیق:

اس انداز میں دیے گئے مواد میں بظاہر تحقیق، انکشاف اور اشاعت کا جذبہ مقصود ہوتا ہے۔ مسلمانوں یا مشرق سے کسی بغض کا اظہار محسوس نہیں ہوتا۔ اس طرح قارئین کا

دل ان تحقیقات کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

(۲) ملاوٹ والا انداز:

اس اسلوب کے تحت کی گئی تحقیقات اور تصانیف میں دھیمے پیرایے میں اسلامی ماخذ اور اسلامی شخصیات سے ان کی عقیدت کو مجروح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۳) واضح دشمنی کا انداز:

اس انداز کے مواد میں اسلام سے کھلی دشمنی کا اظہار ہوتا ہے۔ مستشرقین اسلامی عقائد اور شریعتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام پر حملے کرتے ہیں، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور شعائر اسلام کا مذاق تک اڑانے سے گریز نہیں کرتے۔

محرکاتِ استشراق

مستشرقین کی جدو جہد کے بڑے محرکات پانچ ہیں:

(۱) صلیبی محرک (۲) سیاسی و استعماری محرک

(۳) دفاعی محرک (۴) تجارتی و اقتصادی محرک (۵) علمی محرک

(۱) صلیبی محرک:

مستشرقین مذہبی تعصب اور دینی جوش و جذبے کی بنا پر استشراق کو اسلام کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور نصرانیت کے غلبہ کے لیے کوشاں ہیں۔

مندرجہ ذیل اہداف پر ان کا زیادہ زور دکھائی دیتا ہے۔

(۱) اسلام کو موجودہ یہودیت و نصرانیت سے ماخوذ قرار دینا: یعنی اسلام آخری و آفاقی مذہب نہیں بلکہ سابق مذاہب کی نقالی ہے۔ (نعوذ باللہ)

(۲) رسالت میں شک پیدا کرنا: مستشرقین حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شکوک و شبہات پیدا کرتے آ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامیاب مفکر

اور قائد تو تھے مگر ان کا سچا پیغمبر ہونا یقینی نہیں۔

(۳) قرآن مجید میں شکوک پیدا کرنا: اس ضمن میں عموماً وہ یہ ثابت کرنے کے لیے زور لگاتے ہیں کہ قرآن پاک محمد ﷺ کی تصنیف ہے، کوئی آسمانی کتاب نہیں۔

(۴) حدیث میں شک پیدا کرنا: مستشرقین کا بڑا نشانہ حدیثِ نبوی ہے۔ اس بارے میں ان کے پاس کچھ گنے چنے اعتراضات ہیں جن کے جوابات علمائے اسلام دے چکے ہیں۔

(۵) گھڑی ہوئی اور ضعیف روایات کو پھیلانا: مستشرقین ایک طرف تو حدیث کے مستند ماخذ کو نشانہ بناتے ہیں، دوسری طرف وہ ضعیف و موضوع روایات کو اپنی تحقیقات میں دلائل کے طور پر استعمال کر کے ان کی اشاعت کرتے ہیں۔

(۶) فقہ اسلامی پر وار: فقہ اسلامی کو رومن لا سے ماخوذ قرار دیا جاتا ہے۔

(۷) عقیدۂ تثلیث کی اشاعت: مستشرقین کی اکثریت عیسائی ہے اور دنیا کو عیسائی بنانا ایسے مستشرقین کا آخری ہدف ہے۔ اس لیے وہ عقیدۂ تثلیث کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۲) سیاسی و استعماری محرک:

اکثر مستشرقین کی کوششوں کا محرک سیاسی اور استعماری ہے۔ ان کی بڑی تعداد استعماری قوتوں کے لیے کام کرتی ہے۔

(۱) اسلامی عادات و معاشرت کا مطالعہ کرنا: اسلامی عادات، مذہبی تہذیب و ثقافت اور آداب اقتدار کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی جاتی ہے تاکہ زمینی حقائق کے مطابق اپنی حکومتوں کی رہنمائی کریں۔

(۲) اسلامی ممالک کی زبانیں سیکھنا: اسلام میں رائج زبانیں سیکھ کر ان کو سیاست، سفارت اور جاسوسی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

(۳) عربی زبان پر وار: عرب ممالک مسلمانوں کو ان کے مذہب سے دور کرنے کے لیے

عربی سے ان کا رشتہ ختم کر دینا چاہتے ہیں۔عربی کی فصاحت پر اعتراضات کر کے اور اس میں یورپی الفاظ استعمال کر کے اس کی اصل شکل بگاڑ دینے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔

(۴) مسلمانوں کے مختلف قبائل اور حکومتوں میں نفرت کی آگ بھڑکانا: مسلمانوں کے ایک طبقے کو دوسرے طبقے ،سے ایک برادری کو دوسرے برادری سے،اور ایک ملک کو دوسرے سے مستقل طور پر متنفر کر دینے کے لیے تحقیقی کتابیں لکھی جارہی ہیں، تا کہ مسلمان آپسی اختلافات میں الجھے رہیں اور سیاسی طور پر کبھی بھی متحد اور مضبوط نہ ہوسکیں۔

(۵) مغربی دنیا کو چمکا دمکا کر پیش کرنا: مستشرقین کی کتابیں پڑھ کر ایک عام فہم سادہ لوح مسلمان یہ محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ انسانوں کے نہیں جانوروں کے بیچ رہتا بستا ہے، اور انسان صرف یورپ میں پائے جاتے ہیں۔مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ دین اور دین کے علما وصلحا سے دور رہ کر مغرب کی اندھی نقالی میں اپنی عزت و عظمت سمجھیں۔

(۶) مسلمانوں کو کمزور اور جاہل قرار دینا: اکثر مستشرقین مسلمانوں سے ہمدردی کا جال بچھا کر کے ان کے اندر مایوسی پھیلاتے ہیں۔یہ لٹریچر پڑھ کر ایک عام فہم مسلمان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ عالم اسلام کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں،اور مسلمان بحیثیت قوم نا قابل اصلاح ہیں۔

(۷) جہاد کی غلط تاویلات: مغربی ممالک ہمیشہ مسلمانوں کی جواں مردی اور جذبۂ جہاد سے خوف زدہ رہے ہیں،اس لیے مستشرقین مسلمانوں کو جہاد سے دور رکھنے کے لیے طرح طرح کی تاویلات پیش کر کے جہاد پر آمادہ کرتے ہیں۔

(۳) دفاعی محرک:

مستشرقین اسلام سے متنفر کرنے والا لٹریچر پھیلا کر اسلام کی دعوت کے راستے مسدود کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔تا کہ اگر لوگ نصرانیت قبول نہ کریں تو کم از کم اسلام بھی نہ لائیں۔

(۴) تجارتی واقتصادی محرک:

مغربی ناشرین تجارتی نفع کے پیشِ نظر بھی مشرقی موضوعات پر تصنیفی وتحقیقی کاموں کی سرپرستی کرتے اور کتابیں چھاپ کر پوری دنیا میں فروخت کرتے ہیں، اس طرح انہیں بے تحاشا دولت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) علمی محرک:

بعض مستشرقین علمی ذوق سے مجبور ہو کر مشرقی موضوعات کو اپنی تحقیقات کا محور بناتے ہیں۔ ان کا تحقیقی معیار دیگر مستشرقین سے بہتر ہوتا ہے۔ ان کی تصانیف کے فوائد اپنی جگہ ہیں، مگر ان سے مسلم معاشرے میں مستشرقین کی ایسی کتب کے فروغ کی راہ بھی ہموار ہوجاتی ہے جو زہر آلود ہیں۔

استعمار (Colonisation)

استعمار یا سامراجیت کا مطلب ہے "کسی علاقے پر اپنے ایجنٹ مسلط کر کے اس طرح تسلط حاصل کرنا کہ مقامی وسائل کو لوٹا جا تا رہے۔

عالم اسلام کے خلاف استعماری کوشش کا تمہیدی دور، دورِ خلافت راشدہ سے صلیبی جنگوں کے اختتام تک رہا جس میں اسلامی دشمن عناصر درج ذیل چار اہداف کے لیے سرگرم نظر آتے ہیں۔

(۱) اسلامی خلافت کا خاتمہ (۲) مقامات مقدسہ پر قبضہ

(۳) عالم اسلام پر قبضہ (۴) عالم اسلام کو فنا کر دینا

(۱) اسلامی خلافت کا خاتمہ:

دورِ خلافت راشدہ سے لے کر خلافت عباسیہ تک کفریہ طاقتیں خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ کرنے کی کوششیں کرتی رہیں۔ ۶۱۶ھ میں چنگیز خان نے عالم اسلام پر حملہ کیا، اور اس

کے پوتے ہلاکو خان نے محرم ۶۵۶ھ میں بغداد کو تہس نہس کر کے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ عیسائیوں نے ان کی پوری حمایت کی۔

(۲) مقاماتِ مقدسہ پر قبضہ:

مقاماتِ مقدسہ پر قبضے کے لیے عالمِ اسلام پر صلیبی جنگوں کا عذاب مسلط کیا گیا جس میں ان گنت مسلمان قتل کیے گئے۔

(۳) عالمِ اسلام پر قبضہ:

یورپ کا مقصد صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی ساری زمین اور وسائل کو ہتھیانا تھا۔

(۴) عالمِ اسلام کو فنا کر دینا:

صلیبی جنگوں اور تاتاریوں کی حمایت کی اس تمام تگ و دو کے پیچھے دنیا سے اسلام کے خاتمے اور اپنے مذہب کے عالمگیر غلبے کی زبردست خواہش موجود تھی۔

استعمار کے سات تخریبی مرحلے

سولہویں صدی عیسوی کے اواخر میں اصل استعمار کا آغاز ہوتا ہے جس میں یورپی اقوام کے اہداف درج ذیل ہیں:

(۱) معاشی و تجارتی خود انحصاری

(۲) اسلامی دنیا کا اقتصادی و عسکری محاصرہ

(۳) تجارت و اقتصاد میں غالب آنا

(۴) اسلامی دنیا پر تسلط

(۵) خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ

(۶) عالمِ اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا

(۷) عالم اسلام کے تشخص کا خاتمہ کر دینا۔

(۱) پہلا مرحلہ: معاشی وتجارتی مضبوطی اور خود انحصاری:

جب ترکوں نے اپنے تحفظات کی وجہ سے یورپ پر خشکی اور سمندر کے تجارتی راستے بند کر دیے تو یورپی تاجروں کی اقتصادی خود انحصاری خطرے میں پڑ گئی۔ اب ان کا پہلا قدم یہی تھا کہ تجارتی راستے تلاش کر کے ترکوں کی جانب سے کی گئی اقتصادی ناکہ بندی کو غیر مؤثر کر دیا جائے، ان دنوں اسپین پر فرڈی ننڈ اور پرتگال پر شاہ مینوئیل کی حکومت تھی۔ فرڈی ننڈ اور اس کی ملکہ نے بھی راستہ تلاش کرنے کے لیے اگست ۱۴۹۲ء میں کولمبس کو مشرقی ملکوں کا راستہ ڈھونڈنے کے لیے روانہ کر دیا۔ مگر وہ راستہ بھٹک کر نئی دنیا جنوبی امریکا پہنچ گیا۔ ادھر پرتگال کے بادشاہ مینوئیل نے جولائی ۱۴۹۷ء میں واسکوڈی گاما کو اسی مقصد کے لیے روانہ کیا، جو ۱۸ مئی ۱۴۹۸ء کو ہندوستان پہنچ گیا۔ یہ لوگ صرف تجارت کرنے نہیں بلکہ کمزور ریاستوں پر جبراً قبضہ کرنے گئے تھے۔ واسکوڈی گاما کی مہم سے یورپ کو تجارت کے نئے راستے اور لوٹ مار کے لیے موزوں شکارگاہیں مل گئیں، یوں یورپ میں خوشحالی کے دور کی بنیاد پڑ گئی۔

(۲) دوسرا مرحلہ: اسلامی دنیا کا اقتصادی وعسکری محاصرہ

چند برسوں کے اندر یورپ کے مختلف ملکوں کے مسلح بیڑے عالم اسلام کی مختلف بحری سرحدوں پر قبضہ کرنے لگے، اور رفتہ رفتہ ان کی گرفت اتنی مضبوط ہوگئی کہ اسلامی دنیا خود اقتصادی، عسکری محاصرے کی پوزیشن میں آگئی۔

ایک صدی تک برصغیر کے ساحلوں پر پرتگیزیوں کی اجارہ داری رہی۔ سولہویں صدی کے اواخر میں ولندیزی (ڈچ) یہاں آئے۔ ۱۶۰۰ء میں انگریزوں نے بھی ''ایسٹ انڈیا ٹریڈنگ کمپنی'' کے لیے تجارتی پروانہ حاصل کر لیا۔ ۱۶۶۴ء میں فرانسیسی تاجروں نے بھی 'فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی' کے نام سے ایک تجارتی فرم بنا کر ہندوستان کے

ساحلوں پر اپنی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے یہ دیکھ کر کہ انگریز تجارت سے آگے بڑھ کر سیاسی قوت بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ان پر دو بار پابندی لگائی مگر انہوں نے ہر بار معافی مانگی لی۔ مغل حکمران اپنی شان و شوکت کے سامنے غیر ملکی تاجروں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے اس لیے معافی دے دی گئی، اورنگ زیب کے بعد غیر ملکی کمپنیاں بالکل آزاد ہو گئیں، اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط میں انہوں نے مسلم دنیا کا اقتصادی و عسکری محاصرہ مکمل کرلیا۔

(۳) تیسرا مرحلہ: تجارت و اقتصاد میں غالب آنا

مسلم دنیا کا اقتصادی و عسکری محاصرہ مکمل کرنے کے بعد عالمی تجارت بھی یورپی طاقتوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔یورپی طاقتوں نے چند عشروں میں اپنے خزانے بھر لیے، اور اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط تک یورپ صنعت و تجارت اور اقتصادی طاقت کے لحاظ سے اکثر اسلامی ملکوں سے آگے نکل گیا۔

(۴) چوتھا مرحلہ: اسلامی دنیا پر تسلط

انگریزوں نے ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کو پلاسی کے میدان میں شکست دی اور بنگال پر قبضہ کرلیا۔ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو انہوں نے غداروں کے ذریعے میسور پر قبضہ کرلیا، میسور کا مجاہد حکمران ٹیپو سلطان مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ ۱۸۴۳ء میں انہوں نے سندھ پر، ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر اور ۱۸۵۷ء میں دہلی پر بھی قبضہ کرلیا اور آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر کے مغل حکومت کا خاتمہ کر دیا۔دیگر ملکوں پر بھی برطانیہ کی یلغار جاری تھی۔انگریزوں نے ۱۸۵۱ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک نائجیریا، مصر، سوڈان، عراق، اردن پر تسلط حاصل کرلیا، اس دوران افغانستان سے تین جنگیں لڑیں مگر قبضہ نہ کر سکا۔

روس نے ۱۵۵۶ء میں نو مسلم تاتاریوں کے دارالحکومت استراخان پر قبضہ کر کے وسط ایشیا کے مسلم ریاستوں اور ایران تک کا راستہ پالیا، اس کے تقریباً دو صدی کے اندر

جھیل اورال، ترکی کے اہم شہر ازوف اور ۱۷۸۷ء میں دفاعی مرکز کریما پر قابض ہو گیا ۱۸۲۴ء میں بحیرہ اسود کے اہم دفائی نقطے جزیرۂ قرم پر قبضہ کرلیا۔ پھر یکے بعد دیگرے قفقاز، تاشقند، بخارا، مرد روس کے سامنے سرنگو ہو گئے۔ ۱۹۱۷ء میں سوشلسٹ انقلاب آیا جس کے بعد وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کی رہی سہی آزادی بھی سلب کرلی گئی اور مساجد و مدارس بند کر دیے گئے۔ لاکھوں مسلمان قتل اور لاکھوں جلاوطن کر دیے گئے۔

فرانس اور اٹلی نے ۱۸۳۰ء سے لیکر ۱۹۱۲ء تک الجزائر، تیونس، سینیگال اور مدغاسکر، صومالیہ، شام، اریٹریا اور لیبیا پر قبضہ کرلیا۔

(۵) پانچواں مرحلہ: خلافت اسلامیہ کا خاتمہ

استعماری طاقتیں اب خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کرنے کے قابل تھیں۔ یورپی ممالک کی سرپرستی میں ''انجمن اتحاد ترقی'' جیسی تنظیمیں منصب خلافت اور اسلامی شعائر کا احترام ختم کر رہی تھی، اور مصطفی کمال پاشا جیسے ایجنٹ تیار کر لیے گئے تھے، ۱۹۰۹ء میں ان ایجنٹوں نے خلیفہ کے اختیار کو سلب کر کے وہاں مغربی طرز جمہوریت قائم کر دی۔ پھر خلافت کا قیام دوبارہ نہ ہو اس کے لیے سخت اقدامات کیے گئے۔ مثلاً جدت پسندی کی مہم چلانا، مسلمانوں کو آپس میں مختلف طور سے لڑوانا تاکہ مسلمان اپنے ہاتھوں خود ہلاک ہو جائیں۔

(٦) چھٹا مرحلہ: عالم اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا

سقوطِ خلافت کے بعد استعماری طاقتوں نے چھٹے مرحلے کا آغاز کر دیا اسلامی دنیا کے حصے بخرے کر کے خود واپسی کی تیاریاں شروع کر دی۔

☆ انتشار باقی رکھنے کے حربے

استعماری طاقتوں نے مسلم ممالک کو تقسیم در تقسیم کی راہ پر ڈالنے کے لیے مختلف طریقوں سے اقدامات کئے ہیں، مثلا اقوام متحدہ کا قیام، بین الاقوامی قوانین، معاہدہ سازی، مسلمانوں پر مسلط کردہ جنگیں، اسلامی دنیا میں بھڑکائی گئی جنگیں، سیکورٹی کا قیام،

جمہوریت کا فروغ اور حکمرانوں کو کٹھ پتلی بنانا، سیاسی ولسانی پارٹیوں کا فروغ، لسانیت و صوبائیت کا پرچار، مذہبی فرقہ بندی کا فروغ، جعلی لیڈرشپ تیار کرنا وغیرہ، ان داخلی اور خارجی اختلافات کی وجہ سے عالم اسلام اب اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کرنے سے قاصر ہے۔

(۷) ساتواں مرحلہ: عالم اسلام کے تشخص کا خاتمہ کردینا

عالم اسلام کے تشخص کے خاتمے کے لیے بھی مختلف طریقے سے ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں مثلاً گمراہ مفکرین تیار کرنا، استعمار کی اطاعت کی تلقین کرنا، فاسد اور غلط تاویلات کے ذریعہ جہاد کے تصور کو ختم کرنا، اسلامی عقائد کو بدل کر استعمار کی اغراض کے مطابق بنانا، جمہوری نظریے کو فروغ دینا اور مسلمانوں کی ثقافت اور بودو باش سمیت ہر چیز کو تبدیل کردینا۔

عالمگیریت (GLOBALIZATION)

عالمگیریت، استعمار کا نیا ایڈیشن ہے جس کی قیادت امریکا اور یہودی لابی کے ہاتھ میں ہے۔ عالمگیریت ایک ایسی تحریک ہے، جس کا مقصد اقتصادی، ثقافتی، معاشرتی، دینی، قومی اور وطنی امتیازات کو ختم کر کے پوری دنیا کو یہودی اہداف اور امریکی نظریے کے مطابق جدید سرمایہ دارانہ نظام کے دائرے میں لانا ہے۔

عالمگیریت کا اصل ہدف عالمِ اسلام کیوں؟

عالمگیریت تمام دنیا پر مسلط کی جارہی ہے مگر اس کا اصل نشانہ عالم اسلام اور مسلمانوں کو قرار دیا گیا ہے۔ **اس کی چار وجوہات ہیں؟**

(۱) پوری دنیا میں اسلامی ممالک جغرافیائی لحاظ سے بہترین خطوں میں واقع ہیں۔

(۲) اسلامی ممالک حیرت انگیز معدنی وسائل سے مالا مال ہیں۔

(۳) تین بڑے مذاہب اسلام، نصرانیت اور یہودیت کے مقاماتِ مقدسہ اسلامی

دنیا میں واقع ہیں۔

(۴) عالمگیریت کا جواب صرف اسلامی نظام ہی دے سکتا ہے، اس لیے عالمگیریت کو صرف اسلامی نظام سے خطرہ ہے۔

گلوبلائزیشن کے چار میدان

☆ چار میدانوں میں عالمگیریت کے فروغ کی کوششیں جاری ہیں:

(۱) سیاسی عالمگیریت (۲) اقتصادی عالمگیریت

(۳) تہذیبی عالمگیریت (۴) معاشرتی عالمگیریت

(۱) سیاسی عالمگیریت

امریکیوں نے ابتدا میں براعظم شمالی وجنوبی امریکا کے حقیقی باشندوں (ریڈ انڈینز) سے ان کے علاقے چھینے، پھر انیسویں صدی کے وسط میں اپنی حدود سے باہر جارحیت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ جاپان، فلپائن، کیوبا، کمبوڈیا، ویت نام، ہیٹی، لبنان اور لیبیا کو نشانہ بنایا۔ ۱۹۴۵ء میں جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بموں کا تجربہ کیا۔ امریکا کے استعماری عزائم اور وسائل کو دیکھ کر یہودیوں نے سیاسی عالمگیریت کے لیے اسے بھرپور استعمال کیا۔ سیاسی عالمگیریت کی خاطر امریکا کے یہودی سرمایہ داروں نے لیگ آف نیشنز (League of Nations) اور اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی۔ ۲۴ راکتوبر ۱۹۴۵ء کو اقوام متحدہ کے منشور کا اعلان ہوا، یہی ادارہ اس وقت سیاسی عالمگیریت کا مرکز ہے۔

افغانستان میں سویت یونین کی شکستِ فاش اور نظریہ کمیونزم کی ناکامی کے بعد ۱۹۹۱ء میں امریکا کی جانب سے ''نیو ورلڈ آرڈر'' سیاسی عالمگیریت کا آغاز تھا۔ ۱۹۹۵ء میں امریکا میں منعقد ایک جلسے میں گلوبلائزیشن کے آغاز کا باقاعدہ اعلان ہوا۔

(۲) اقتصادی عالمگیریت

عالمگیریت کا دوسرا میدان اقتصادی میدان ہے۔ اس کا مقصد دنیا کی اقتصادیات پر قابو پا کر اسے چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مرکوز کرنا ہے۔

☆ اس مقصد کے لیے چار اہم اقدامات کیے گئے:

(۱) سونے کے ذخائر پر قبضہ (۲) عالمی تجارتی اداروں کا قیام

(۳) تجارت سے متعلقہ عالمی معاہدے (۴) ملٹی نیشنل کمپنیوں کا فروغ

☆ سونے کے ذخائر پر قبضہ:

سونے کے ذخائر پر قبضہ یہودیوں کا قدیم خواب تھا۔ یہ خواب تب ہی پورا ہو سکا جب سونے چاندی کے سکوں کی جگہ نوٹوں نے لے لی۔ ۱۹۷۱ء تک تمام ممالک کی کرنسیاں ڈالر سے جبکہ ڈالر سونے سے وابستہ تھا۔ ۱۹۷۱ء میں دنیا کے ہاتھوں میں صرف کرنسی رہ گئی، سونے کے اکثر ذخائر پر یہودیوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

☆ عالمی تجارتی اداروں کا قیام:

امریکی اور صیہونی لابی نے اقتصادی عالمگیریت کے لیے دوسرے بڑے قدم کے طور پر عالمی مالیاتی ادارے قائم کئے ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

(الف) انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ: یہ ادارہ پوری دنیا کا مرکزی بینک ہے جو ضرورت مند ملکوں کو ۳ سے ۵ سال تک کی مدت پر قرضے دیتا ہے ۔

(ب) عالمی بینک (World bank): یہ ادارہ ممبر ممالک کو طویل مدت کے لیے قرضے دیتا ہے۔ قرضے کی میعاد ۱۵ سے ۳۰ سال تک ہوتی ہے۔

(ج) ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (W.T.O): اس تنظیم کا اصل مقصد world bank اور (I.M.F) کے تعاون سے عالمی تجارتی نظام کے لیے بنیادی اور قانونی دائرہ کار تشکیل دینا ہے۔

☆تجارت سے متعلقہ عالمی معاہدے:

اقوام متحدہ اور عالمی مالیاتی اداروں کی مدد سے امریکا اور یہودی سرمایہ داروں نے کثیر ملکی معاہدہ کو فروغ دیا ہے۔جن کے ذریعہ بین الاقوامی آزادانہ تجارت کی بنیا درکھی گئی ہے۔آزاد عالمی تجارت کا مطلب یہ ہے کہ تمام ملکوں کی منڈیوں کے دروازے پوری دنیا کے تجارتی اداروں کے لیے کھلے ہوئے ہوں۔کوئی حکومت کسی غیر ملکی کمپنی پر کوئی پابندی عائد نہ کر سکے۔

☆ملٹی نیشنل کمپنیوں کا فروغ:

چند چھوٹی کمپنیاں ایک دوسرے میں ضم ہوکر بڑی ملٹی نیشنل کمپنی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، ان کے مالکان تجارت میں باہم شریک بن جاتے ہیں، ان کمپنیوں کی وجہ سے مقامی مصنوعات تدریجاً ختم ہو جاتی ہیں، اور غیر ملکی سامان ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔اس وقت چند ملکوں کی ملٹی نیشنل کمپنیاں پوری دنیا پر چھا چکی ہیں۔

اقتصادی عالمگیریت کے اثرات وخطرات

☆اقتصادی عالمگیریت کی وجہ سے جو اثرات پڑے وہ یہ ہیں:

(۱) دنیا بھر میں چھوٹی کمپنیوں، مقامی صنعتوں اور چھوٹے تاجروں کے گرد گھیرا انتہائی تنگ ہو گیا ہے۔

(۲) بے روزگاری کے تناسب میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔

(۳) نئے صنعتکاروں کے سامنے ترقی کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔

(۴) مستقبل میں ایک چیز ایک ہی کمپنی تیار کر کے پوری دنیا کو فراہم کرے گی اور منہ مانگی قیمت لگائے گی۔

(۵) پوری دنیا کی دولت سمٹ کر چند افراد کے پاس آگئی۔

(۶) امریکہ کے یہودی سرمایہ دار بیٹھے بٹھائے سودی چکر کے ذریعے پوری دنیا کی

کمائی اکیلے ہڑپ کرتے جارہے ہیں۔

(۳) تہذیبی وثقافتی عالمگیریت

عالمگیرت کا تیسرا بڑا میدان تہذیبی وثقافتی عالمگیریت ہے:

تہذیبی تصادم کے خطرے کا پرچار کرکے تہذیبوں کے درمیان مذاکرات کو فروغ دیا جارہا ہے، مگر اس کا مقصد اسلام سمیت دنیا کی تمام تہذیبوں کو ختم کرکے صرف مغربی تہذیب کو مسلط کرنا ہے۔ تہذیبی حملے میں امریکی لباس کو ترقی اور بلند معیارِ زندگی کی سند بنا دیا، اسی طرح امریکی پکوان اور مشروبات بھی دنیا بھر میں عام ہوچکے ہیں، عورتیں مغربی فیشن اور میک اپ کی عادی بن چکی ہیں، انٹرنیٹ جو تہذیبی عالمگیریت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جنس پرستی اور فحاشی کو حد سے زیادہ فروغ دے رہا ہے۔ تہذیبی عالمگیریت کے لیے امریکن انگلش کو عالمی سطح پر فروغ دینے اور عربی زبان کو بالخصوص اور دوسری علاقائی و قومی زبانوں کو بالعموم متروک بنانے کی سازشیں بھی جاری ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں نصف مقامی زبانیں زوال پزیر ہیں، اور ۲۳۴ معاصر زبانیں مکمل طور پر ختم ہوچکی ہیں۔

(۴) معاشرتی عالمگیریت

معاشرے کی تبدیلی کے لیے ''خاندان'' کو بدلنا ضروری ہے اور خاندان کا سب سے آسان شکار عورت ہے جسے استعمال کرکے پہلے خاندان اور پھر پورے معاشرے کی اخلاقی اقدار تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

عالمگیریت (Globalization) کا مقابلہ کیسے کریں؟

☆ عورتوں اور بچوں کو مغربی اور لادینی اثرات سے بچانے کے لیے مستقل کوشش کی جائے۔

☆ میڈیا پر عوامی دباؤ بڑھایا جائے تاکہ غیر اخلاقی مواد کی اشاعت کو مزید آزادی

نہ مل سکے۔

☆مغربی زبانوں کے مقابلے میں عربی زبان کو فروغ دیا جائے۔

☆غیر ملکی زبانوں خصوصاً انگلش کے دائرے کو محدود کیا جائے، ضرورت کے بغیر اسے استعمال نہ کیا جائے، اپنی زبانوں کو غیر ملکی اثرات سے پاک رکھیں۔

☆اِحیائے خلافت کو اصل ہدف بنا کر کام کیا جائے۔

☆ایسی جماعتیں وجود میں لائی جائیں جو مروّجہ سیاست کی آلودگیوں سے پاک رہ کر عوام کو اعتماد میں لیں۔

ارتداد(APOSTACY)

اہلِ مغرب کا آخری ہدف **ارتداد** ہے، یعنی مسلمانوں کو مرتد بنا کر اسلام سے خارج کرنا ہے، اس سلسلے میں سب سے زیادہ نصرانیت کا کام ہو رہا ہے۔

نصرانیت کی تعریف: اس سے مراد وہ تحریک ہے جس کا مقصد غیر نصرانی اقوام کو باضابطہ طور پر نصرانیت میں داخل کرنا۔

اس تحریک سے وابستہ لوگ مشنری کہلاتے ہیں۔ اس کی کارگزاری کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) جبراً نصرانی بنانا۔

(۲) تبلیغ اور ترغیب کے ذریعہ نصرانیت کی اشاعت کرنا۔

(۱) جبراً نصرانی بنانا: سب سے پہلے ملک اسپین میں شروع ہوا، اسلامی اندلس کا خاتمہ ہوا تو ساتھ ہی اسپین کے بادشاہ نے وہاں کے مسلمانوں کو جبراً نصرانی بنانا شروع کر دیا۔

(۲) تبلیغ و ترغیب کے ذریعہ نصرانی بنانا: مذہب کو تبلیغ کے ذریعے پھیلانے کا کام پیرس کے سینٹ میری کلیسا کے سات عیسائی طلبہ نے شروع کیا۔ جنھوں نے ۱۵ ر اگست

۱۵۳۴ء کو مسیحیت کی تبلیغ کا حلف اٹھایا اور یسوعی فرقے (Jesuit) کی بنیاد رکھی۔

ہندوستان میں نصرانیت کی سرگرمیاں

ملک ہندوستان میں نصرانیت کی آمد مغل بادشاہ اکبر کے دور میں ہوئی۔ان کی تبلیغ سے اکبر اتنا متاثر ہوا کہ انھیں گرجے بنانے کی اجازت دے دی۔ بعد میں بادشاہ جہانگیر کی حکومت آئی اس نے بھی کئی مقام پر گرجا گھروں کو بنانے کی عام اجازت دے دی۔

ان نصرانیوں کی پوری کوشش یہ تھی کہ مغلیہ خاندان کے شہزادے ان کا مذہب قبول کرلیں۔شاہ جہاں بادشاہ نے جو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے متاثر تھے،نصرانیوں پر قدغن لگائی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ کے دور میں بھی مشنریوں کی سرگرمیاں بندرہیں۔

لیکن اس کے بعد پھر یہ متحرک ہو گئے۔مغل حکومت کے زوال کے ساتھ ساتھ نصرانیوں کا بھی دائرۂ تبلیغ پھیلتا گیا۔

نصرانیوں کے اہم اہداف!

نصرانی ان چیزوں پر بہت زور دیتے ہیں:

(۱) اسلامی عقائد کو مٹایا جائے اور عقیدۂ تثلیث کو ثابت کیا جائے۔

(۲) قرآن میں تحریف،معانی میں تبدیلی،مسلمانوں کو خدائے تعالیٰ کے کلام سے دور کرنا۔

(۳) آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

(۴) عالم اسلام پر غلبے کے لیے استشراق واستعمار سے تعاون حاصل کرنا۔

نصرانی کالج اور یونیورسٹیوں میں تربیتی نصاب

ان کے ادارے اپنے مبلغین اور کارکنوں کی تربیت پر بھرپور توجہ دیتے رہتے

ہیں۔ تربیتی اسکولوں کے نصاب میں پہلے ہی سال میں مسلم فرقوں اور ان کے باہمی اختلافات کا تفصیل سے مطالعہ کرادیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اسلامی تاریخ بھی مکمل پڑھا دی جاتی ہے۔

ان مشنریوں کے نصاب میں درج ذیل باتیں ذہن نشین کرائی جاتی ہیں:

(۱) نصرانیوں کو چاہیے کہ قرآن کی تیس سے پچاس آیتیں بالکل صحیح تلفظ اور تفسیر کے ساتھ زبانی یاد کریں اور موقع کے لحاظ سے مسلمان حاضرین کے سامنے پڑھا کریں۔

(۲) اسلام سے اچھی چیزیں لی جائیں اور بتایا جائے کہ ان کی تکمیل انجیل میں کس طرح ہوتی ہے۔

(۳) قرآن کریم کی کچھ باتیں لے کر ثابت کیا جائے کہ یہ باتیں انجیل کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں۔

(۴) بتایا جائے کہ انسان معاشرتی ہستی ہے تو کیا اس کا خالق شوشل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ایک شوشل خدا تین خداؤں میں ظاہر ہوا۔

(۵) اس بات کا چرچا کیا جائے کہ ایک ''زندہ بچانے والا''۔ بہتر ہے نہ کہ ایک ''مردہ پیغمبر''۔

(۶) مسلمانوں کے اندر اپنی بات کی شروعات سچائی سے کریں، خدا کے بیٹے اور تثلیث کے نظریہ کے ابتدا میں اظہار سے مخالفت پیدا ہوجاتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش اور نبوت سے باتوں کا آغاز کریں۔

یہ سچائیاں اسلام کے اندر بھی پائی جاتی ہیں اور مانی جاتی ہیں اس کے بعد دھیرے دھیرے غیر محسوس طور پر ابن خدا یا خدا کا بیٹا کی طرف ان کے خیالات کو لے جائیں۔

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مسلمانوں کی طرح ''حضرت'' کا لفظ

استعمال کیا کریں اور قرآن کریم کو (قرآن شریف) کہا کریں۔لوگوں کے سامنے اس کا ادب کیا کریں۔اسے ایسی جگہ نہ رکھے جو ناپاک ہو جس سے مسلمان بر امان جائے۔

نصرانیت کا مقابلہ کیسے کریں؟

اس سلسلے میں چند اہم سفارشات درج ذیل ہیں:

☆ علما اور دانشوران قوم وملت کو چاہیے کہ اپنے متعلقہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں اسلام پر ہونے والے فکری حملے اور مسیحیت وصہیونیت کا تعارف شامل کریں۔

☆نصرانیت کے جوابی لٹریچر تیار کئے جائیں۔

☆ دینی مدارس میں نصرانیت کی تردید پر کام کرنے والے علمائے کرام کو مدعو کر کے طلبہ کو تربیتی کورسز کرائے جائیں، یہی کام اسکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی کیا جائے۔

☆ دینی مدارس وجامعات کے طلبہ مہینے میں کم از کم ایک دن اپنے قرب وجوار کے علاقوں میں دعوتِ حق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے باہر نکلیں غیر مسلموں خصوصاً عیسائیوں کی بستیوں و علاقوں میں جا کر بڑی حکمت ودانائی سے انہیں اسلام کی دعوت وتبلیغ کی جائیں۔

☆ ڈاکٹر اور اطبا پر لازم ہے کہ وہ خود کو عیسائیوں کے معالجین سے بہتر ثابت کریں اور غریب وناتواں لوگوں کی اسی ذریعہ سے مدد کریں۔علاج ومعالجہ کے ساتھ دعوت اسلام کو بھی مقصد بنائیں۔

فکری جنگ کے وسائل

اب ہم ان وسائل وذرائع اور ہتھیاروں کا جائزہ لیں گے جن کو ہمارے حریف ہمارے اذہان کو تبدیل کرنے کے لیے استعمال کرر ہے ہیں۔یہ وسائل درج ذیل ہیں:

(۱) نظام تعلیم (۲) میڈیا (۳) معلومات کے ذرائع (۴) میدان سیاست (۵) قانون (۶) معیشت وتجارت (۷) رفاہی ادارے این جی اوز (۸) جدت پسند

اسلامی مفکرین (۹) فنون لطیفہ (۱۰) آداب (۱۱) کھیل کود اور تفریح (۱۲) ثقافتی ہیرو (۱۳) علاقائی تہذیب وثقافت (۱۴) جاہلی عصبیت کا فروغ (۱۵) مسلمانوں کو صالح قیادت سے متنفر کرنا (۱۶) آزادیٔ نسواں

(۱) تعلیم (Education)

تعلیم اہل باطل کی فکری پیش قدمیوں کا سرچشمہ ہے۔ باطل نظریات کے فروغ میں نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کا بنیادی کردار ہے۔ اس نئے نظام تعلیم سے عالم اسلام کی درسگاہوں میں درج ذیل اہم تبدیلیاں سامنے آتی ہیں:

(۱) غیر ملکی زبانوں کو لازمی قرار دینا (۲) دین کا احترام ختم کرنا (۳) لادینیت پر مبنی مواد کی شمولیت (۴) علماے دین اور طلبۂ دین کی تحقیر (۵) مخلوط تعلیم (۶) دینی مدارس کے گرد گھیرا (۷) دینی مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے درمیان خلیج۔

نصاب تعلیم کی خصوصیات

☆نصاب تعلیم میں درج ذیل خصوصیات پیدا کردی گئی ہیں:

مغربی اقدار کا فروغ، ملحدانہ و مادہ پرستانہ ذہن سازی، تاریخ سے جاہل رکھنا، غلط تاریخ پڑھانا، مغرب اور مغربی ایجنٹوں کے معائب اور زیادتیوں کو چھپانا، اسلامیات کو محض ایک نظری چیز بنادینا، جغرافیائی اور سیاسی تقسیمات پختہ کرنا۔

نظام تعلیم پر گرفت

مسلم دنیا کے تعلیمی نظام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے گئے ہیں:

(۱) عالمی سطح پر یونیسکو (UNESCO) اور یونی سیف جیسے علمی وثقافتی اداروں کا قیام۔

(۲) مسلم دنیامیں مغربی اداروں کے تحت ٹیچرٹریننگ کورس پروگرام۔
(۳) تعلیمی شعبے میں غیرملکی امداد۔
(۴) مسلم دنیا کی وزارتوں پرغیرملکی ماہرین کی اجارہ داری۔
(۵) مسلم درسگاہوں میں غیرملکی مدرسین اوردانشوروں کی آمدورفت۔
(۶) ذہین مسلم طلبہ کے لیے تعلیمی اسکالرشپس۔

نظام تعلیم کے اثرات

(۱) ہمارے طلبہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔(۲) علم دین سے متنفر ہو گئے۔ (۳) علم دنیا اورعلم دین کے راستے الگ الگ ہو گئے ہیں۔(۴) ارباب اقتدار دن بدن دین سے دور ہو گئے۔(۵) مسلمان اپنی علمی وراثت سے قطعاً بیگانہ ہو گئے۔(۶) علمی تمدنی اورسیاسی قیادت مغرب کے پاس چلی گئی۔(۷) دین اور اہل دین کا سرعام مذاق اڑانامعمول بن گیا ہے۔(۸) نسل نوذہنی طور پر مغرب کی غلام بن گئی۔

(۲) میڈیا(MEDIA)

میڈیاہرمحاذپرحریف کاسب سے زیادہ خطرناک اورمؤثرہتھیار ہے۔میڈیاپرجس نظریے کاغلبہ ہوتاہےعوام اسی ذہن کواختیارکرلیتی ہے۔ہرجنگ مضبوط اعصاب کے بل بوتے پرلڑی جاتی ہے۔ہماراحریف میڈیاکےذریعے ہمارے اعصاب پرحملہ آورہےاور ہمیں عمومی طورپرمایوسی،کم ہمتی اورکج فکری کاشکاربنارہاہے۔

☆لوگوں کی دوقسمیں اورمیڈیاکاشبہاتی اورشہوانی جال

لوگوں کی دوقسمیں ہیں: (الف) ذمہ دارلوگ (ب) غیرذمہ دارلوگ

میڈیاذمہ دارلوگوں کوشبہات کےذریعے پھانستاہے۔شبہات پھیلانے کاذریعہ خبری شعبہ(NEWS) ہے،جس میں خبروں اورتجزیوں کی بھرمارہوتی ہے۔غیرذمہ دار

طبقے کو شہوات میں ڈبوتا ہے، اس کا راستہ تفریح (Etertainment) ہے۔ جس میں موسیقی، رقص، فلمیں، ڈرامے وغیرہ شامل ہیں۔

☆ **یہودی لابی اور میڈیا:**

اس وقت دنیا میں میڈیا پر یہودیوں کی اجارہ داری قائم ہے۔ ان کے مشہورِ زمانہ پروٹوکولز (Protocols) میں سے بارہویں پروٹوکول میں یہ طے کرلیا گیا تھا کہ دنیا میں خبروں کے تمام ذرائع یہود کے پاس ہوں گے۔ دنیا کے مشہورترین خبر رساں ایجنسیاں، رائٹرز، ایسوسی ایٹڈ پریس، یونائیٹڈ پریس پر اجارہ داری کا تناسب ۹۰ فیصد تک ہے۔ میڈیا پر مسلط یہودی اور عیسائی پالیسی سازوں نے تین باتوں پر اتفاق کررکھا ہے:

(۱) مسیحی اور یہودی اتحاد پر زد نہیں پڑنے دی جائے گی۔

(۲) امریکی سیاست کی ہمیشہ باعظمت ترجمانی ہوتی رہے گی۔

(۳) سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام کی ہمیشہ وکالت ہوگی۔

(۳) ذرائع معلومات

اہلِ مغرب نے دنیا کو ضروری معلومات کے راستوں پر تسلط حاصل کرلیا ہے، کسی بھی موضوع پر تلاش کیا جانے والا مواد ہمیں عموماً مغربی مصنفین، مغربی کتب خانوں، مغربی انسائکلو پیڈیا اور انہی کی ویب سائٹوں سے ملتا ہے۔ اس سے لوگ بے دین مصنفین، صحافیوں اور محققین کی مہارتِ فن اور کارکردگی سے متاثر ہوجاتے ہیں اور بعد میں ان کے دیگر خیالات سے بھی اتفاق کرنے لگتے ہیں۔

(۴) میدان سیاست (Politics)

جمہوری نظام اور سیاست کا میدان مغربی افکار واقتدار کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جمہوریت کو فروغ دے کر اسلام کے خالص سیاسی نظام پر یقین رکھنے والے مسلم

رہنماؤں کو سیاست سے بے دخل کر دیا گیا ہے۔ جمہوری مملکت میں جمہوری عمل اور انتخابات پر یقین رکھنے والی پارٹی ہی کو سیاسی عمل میں کوئی کردار ادا کرنے کی اجازت مل سکتی ہے۔ انتخابی عمل کے نتیجے میں کچھ لوگ عوام کے نمائندے بن کر قانون ساز اداروں میں آتے ہیں جنہیں پارلمینٹ (ایوانِ زیریں) اور سینٹ (ایوان بالا) کہا جاتا ہے۔ یہاں ملک کا نظام چلانے کے لیے قانون سازی کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔

(۵) قانون (Laws)

باطل نظریات وافکار کے فروغ کا چوتھا بڑا سرچشمہ غیر اسلامی قانون ہے، اس وقت اکثر اسلامی ممالک میں مغربی قانون ہی نافذ ہے، اس کا نفاذ عدالتوں اور بیوروکریسی کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔ ماضی میں ہماری عدالتوں میں صرف فقہ اسلامی کے تحت فیصلے ہوتے تھے مگر اب مغربی قوانین کے نفاذ کی وجہ سے فقہا، مجتہدین، محدثین اور علما کی صدیوں کی کاوشوں کو برباد کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔

عدلیہ ملکی قوانین کے مطابق جو فیصلے دیتی ہے، اسے نافذ کرنے کا کام نوکرشاہی (Bureaucracy) انجام دیتی ہے۔ اس کا سلسلہ پولس، ڈپٹی کمیشنر اور گورنر سے صدر مملکت تک پہنچتا ہے۔ یہ ادارے قانون کے محافظ ادارے کہلاتے ہیں مگر حقیقت میں یہ سیکولر اور لبرل نظام کے محافظ ہیں۔

(۶) معشیت وتجارت

معیشت وتجارت کا استحکام کسی بھی قوم کی ترقی اور استحکام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، دشمن نے معاشی واقتصادی طور پر عالم اسلام کو محصور کرلیا ہے۔

(۷) رفاہی خدمات۔ این جی اوز

دنیا بھر میں مغربی ممالک کے ہزاروں رفاہی ادارے کام کر رہے ہیں جو مسلم

ممالک کے پس ماندہ عوام کا اعتماد حاصل کر کے اپنے افکار و نظریات کو فروغ دیتے ہیں۔

(۸) جدّت پسند اسلامی مفکرین

جدّت پسند اسلامی مفکرین اہل باطل کے خاص آلہ کار ہیں۔ مغرب کو راضی کرنے کے لیے اسلام کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کے در پے رہتے ہیں۔

(۹) فنونِ لطیفہ

فنونِ لطیفہ یعنی موسیقی، مصوری، مجسمہ سازی، رقص و سرود وغیرہ پر نفس کی لذتوں کی انتہا ہو جاتی ہے۔ مسلمان کو بے دین بنانے میں ان ہتھکنڈوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔

(۱۰) ادب

ادب کے نام پر عشقیہ، اور ملحدانہ نظم و نثر کو فروغ دیا جا رہا ہے، دین اور خدا کا تمسخر اُڑانے والے ادیبوں اور شاعروں کی جسارت کو قابل داد ٹھہرایا جاتا ہے۔

(۱۱) تفریح، اسپورٹس

تفریح اور کھیل کود کے میدان بھی اغیار کی تہذیبی یلغار کا ایک ذریعہ ہیں۔ کھیل کے میدانوں میں ایمان کش ماحول، نسل نو کو دین و مذہب سے بالکل بیگانہ بنانے کے موقع تلاش کیے جاتے ہیں۔

(۱۲) ثقافتی ہیرو

ثقافتی ہیرو وہ کھلاڑی، اداکار اور فن کار ہیں جو معاشرے کے آئیڈیل بن گئے ہیں۔ لوگ ان کے قول کو کسی عالم دین کے فتوے سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

(۱۳) علاقائی تہذیب وثقافت

مغربی دنیا اربوں ڈالر خرچ کر کے اسلامی ممالک میں دبے ہوئے ہزاروں سال

پرانے آثار اور زمانہ جاہلیت کے کھنڈرات سامنے لا رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو علاقائی تہذیب وثقافت کے عنوان سے اسلامی تاریخ اور شناخت سے برگشتہ کیا جائے۔

(۱۴) قومی، وطنی عصبیت کو فروغ دینا

قومی اور وطنی عصبیتوں کا فروغ، عالمگیر اسلامی وحدت کو توڑ کر کئی چھوٹی چھوٹی وحدتیں پیدا کر دیتا ہے اور یوں لادینیت کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔

(۱۵) مسلمانوں کو صالح قیادت سے متنفر کرنا

لادینی طاقتوں کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی صالح قائد نہ رہے۔ اس مقصد کے لیے مسلمانوں میں ابھرنے والی ہر صالح قیادت کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔

(۱۶) آزادیٔ نسواں

حدیث میں عورتوں کو شیطان کا جال کہا گیا ہے۔ مغرب اس جال کو پوری عیاری سے استعمال کر رہا ہے۔ آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر خود عورت کو گمراہ کیا گیا اور پھر عورتوں کو بازاری جنس بنا کر ان کی تذلیل اور مردوں کی گمراہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔

اسلامی دنیا میں **آزادیٔ نسواں** کے نعرے کے پیچھے اہلِ باطل کے تین بڑے مقاصد ہیں۔

(۱) اسلامی اخلاق ومعاشرت کی بربادی:

اسلامی اعلیٰ اخلاق واقدار مغرب کے لیے حسد کا باعث بن گئی ہیں۔ پس وہ انہیں برباد کرنے پر تل گئے۔

(۲) اسلامی معاشرہ کی خصوصیات کا خاتمہ:

وہ مسلمانوں کے ہاں رائج عفت وعصمت کے مثالی نظام کو برباد کرنے پر اس لیے

بھی آمادہ ہوئے تا کہ اسلامی معاشرے کی طرف غیر مسلموں کے رجحان کا امکان نہ رہے۔

(۳) مسلمان عورتوں کو بازاری جنس بنادینے کی قدیم خواہش:

مسلمان عورتیں گزشتہ تیرہ صدیوں سے مستورتھیں۔ مغرب والوں نے اپنی ہوس کو پورا کرنے کے لیے مسلمان عورت کا ذہن تبدیل کر دیا تا کہ وہ خود ان کی جھولی میں آگرے۔

آزادیٔ نسواں کو فروغ دینے اور مسلم عورت کا ذہن بدلنے کے لیے اہل مغرب نے جو پروپیگنڈا مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام میں عورت مظلوم ہے۔ وہ ہر معاملہ میں مردوں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ اسلام کو عورت کے بنیادی حقوق کا غاصب مذہب قرار دیا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

☆ اس سلسلہ میں درج ذیل نکات خاص طور پر اٹھائے جارہے ہیں:

(۱) اسلام میں عورت کو گھر کا قیدی بنایا گیا ہے۔

(۲) عورت کو خود کفیل ہونے اور کمائی کے لیے باہر نکلنے سے منع کیا ہے۔

(۳) اسلام نے عورتوں کو ناقصات العقل قرار دیا ہے۔

(۴) اسلام میں عورت کو میراث میں مردوں سے کم حصہ دیا گیا ہے۔

(۵) اسلام میں طلاق کا حق صرف مردوں کو دیا گیا ہے۔

(۶) مرد کو بیک وقت چار چار شادیوں کی اجازت ہے مگر عورت کو نہیں۔

(۷) عورت کی گواہی نصف مانی جاتی ہے۔

مستشرقین کے گھڑے ہوئے ان اعتراضات کا پرچار کر کے مسلمان عورت کو خالص اسلامی اقدار سے برگشتہ کرنے کا کام تقریباً ڈیڑھ صدی سے جاری ہے۔

۱۹۱۳ء میں ایک باقاعدہ سازش کے تحت ایسی جدت پسند مسلمان عورتوں کو سامنے لایا گیا جنہوں نے سرعام نقاب اتارے اور برقع و چادر کو اٹھا کر پھینک دیا۔ مصر میں ھدیٰ شعراوی پہلی عورت تھی جس نے پردے کے خلاف آواز اٹھائی۔

۱۹۲۳ء میں مؤتمر النساء کے نام سے اٹلی کے شہر روم میں خواتین کی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ھدیٰ شعراوی نے برقع اتار کر اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور اسے مسل کر اعلان کیا، آج کے بعد پردے کا رواج ختم۔ جو عورت جس طرح کا چاہے لباس پہنے۔

☆ آزادیٔ نسواں کے نقیب بے پردگی کی دعوت پانچ مراحل میں دیتے ہیں۔

پہلا مرحلہ: نقاب کھولنا: قرآن پاک کی آیات اور احادیث کی غلط تاویلات کر کے عورتوں کو نقاب کھولنے یا برقع کو اتارنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: غیر محرم مردوں سے میل ملاپ: عورتوں کو مردوں کے ساتھ ملنے جلنے اور مخلوط تقاریب میں شریک ہونے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ نرسری اسکولوں میں بچے اور بچیوں کو اکھٹے بیٹھنے سے مخلوط ماحول ان کی عادت بن جاتی ہے۔

تیسرا مرحلہ: چہار دیواری کی قید سے آزادی: گھر سے باہر قدم رکھ کر دنیا کا نظارہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس کے لیے جدت پسند مسلمان قائدین کی پیغامات کو نمونہ بنا کر بھی پیش کیا جاتا ہے۔

چوتھا مرحلہ: مردوں کے شانہ بشانہ کام کاج: مخلوط ماحول میں وقت گزارنے والی جدید عورت مردوں کے شانہ بشانہ کام، کے لیے بہت جلد تیار ہو جاتی ہے اور تعلیم، تجارت اور ٹرانسپوٹ سے لے کر فوج پولیس اور سیاست تک مردوں کے ساتھ ساتھ کام کرتی ہے۔

پانچواں مرحلہ: فن ثقافت میں عورت کی آمد: پانچویں مرحلے میں عورتوں کو زیادہ آمدنی اور شہرت کا لالچ دے کر ماڈل، اداکارہ رقاصہ اور کال گرل بنا دیا جاتا ہے۔

سیکولرازم (SECULARISM)

لغوی معنی: ''دنیاداری''۔

اصطلاحی تعریف: دین کو معاشی، سیاسی اور سماجی زندگی سے نکال دینا۔

سیکولرازم کے بارے میں درج ذیل امور پر گفتگو کی جائے گی:

(۱) تاریخ۔ (۲) اہداف و مقاصد۔ (۳) مسلم معاشرے میں فروغ۔ (۴) نقصانات وشبہات۔ (۵) روک تھام کے اسباب۔

(۱) سیکولرازم کی تاریخ:

سیکولرازم کی تاریخ پرانی ہے، یہ کسی نہ کسی شکل میں قدیم زمانے سے موجود رہی ہے، مگر آج بھی سیکولرازم کا مقابلہ ہمیں کرنا ہے اس کا سرا صلیبی جنگوں میں دشمنان اسلام کی شکست سے جا کر ملتا ہے۔ جب عسکری جنگوں میں مخالفین اسلام ناکام ہوگئے تو فکری جنگ کے طور جو اقدامات کیے گئے ان میں سے ایک سیکولرازم بھی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۱ء میں سیکولرازم کی اصطلاح سب سے پہلے برطانوی مصنف **Jacab George** نے متعارف کروائی اور ۱۸۵۷ء میں اسی نے لندن میں **Central Secular Society** قائم کی، اور یوں سیکولرازم کی باقاعدہ ترویج واشاعت شروع ہوگئی۔

سیکولرازم کے داعی غلط طور پر مسلمانوں کے ذہن میں یہ بٹھانا چاہتے ہیں کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دیگر ادیان کی طرح اسلام بھی زندگی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا۔ اس مقصد کے لیے مغرب نے مستشرقین کے شاگردوں کو بطورِ خاص استعمال کیا۔ جو شریعت، سیرت اور تاریخ کو مسخ کر کے سیکولرازم کو قابل قبول بنانے کی ناپاک کوششیں کر رہے ہیں۔

سیکولرازم کے تین اہم حربے ہیں:

(۱) جاہلی عصبیت کو فروغ دینا۔

(۲) مسلمانوں کو صالح قیادت سے متنفر کرنا۔

(۳) آزادیِ نسواں۔

(۲) سیکولرازم کے اہداف و مقاصد:

(۱) مذہب میں شکوک وشبہات پیدا کرنا تا کہ لوگ مذہب سے دور ہو جائیں۔

(۲) ملحدانہ اور مادّہ پرست نظریات کو فروغ دینا اور لوگوں کے اندر ایسی سوچ پیدا کر دینا کہ لوگ مذہب سے بیزار ہو جائیں اور مادّہ پرست ہو جائیں۔ یعنی ایک عام شخص کی زندگی کا مقصد کھانا، پینا، کمانا اور عیش کرنا ہی رہ جائے۔

(۳) مذہب کو حکومت، سیاست، معاشرت اور سماج سے جدا کر دینا یعنی جب بھی کوئی سیاسی، سماجی یا معاشی بات آئے، تو کہا جائے ''مذہب کو درمیان میں لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم خود فیصلہ کر لیں گے''۔

(۴) جمہوریت کو سہارا دینا، کیوں کہ جمہوریت کے ساتھ سیکولرازم آسانی سے چل سکتا ہے ورنہ بادشاہت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔

(۵) سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کو بہت زیادہ فروغ دینا کیوں کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مال و دولت کمانے کے بہت زیادہ مواقع ہوتے ہیں اور ان کا مقصد صرف دنیا کمانا اور دنیا کو حاصل کرنا ہے۔

(۶) ذاتی زندگی میں انسان چاہے تو مذہب پر عمل کر سکتا ہے لیکن صرف عبادت گاہوں تک محدود ہو کر، ابتدائی طور پر یہ چاہتے ہیں کہ انسان مذہب کو اپنے آپ تک محدود رکھے، آگے نہ بڑھے اور سیاسی و سماجی معاملات کے اندر مذہب کو داخل کرنے کی اجازت بالکل بھی نہیں دیتے۔

(۷) بااثر شخصیات کے ذریعے اپنے نظریات کو ثابت کرنا، وہ بااثر چاہے حاکم ہو یا فن کار ہو، غرض کوئی بھی ہو اس کو استعمال کرتے ہیں تا کہ اپنے نظریات کو لوگوں کے اندر راسخ کریں۔

(۳) مسلم معاشرے میں سیکولرازم کا فروغ:

یورپ نے اپنے اس نظام کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کی جس کے لیے انہوں نے بھرپور طاقت کا استعمال کیا۔ ۱۹۰۰ء میں انہوں نے کثیر مسلم آبادیوں کو اپنے زیرِ اثر کرلیا، عیسائیت کو تو پہلے ہی کنارے لگا چکے تھے، اب انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اسلام کو بھی ختم کردیں اور آج تک یہ کوشش جاری ہے۔

انتہائی افسوس ہے کہ ایک محدود طبقہ کو چھوڑ کر سیکولرازم کو ہر خاص و عام نے قبول کر لیا، خصوصاً بڑے بڑے حکمرانوں نے اسلامی تعلیمات کی کھلم کھلا مخالفت کی، مثلاً ترکی میں مصطفی کمال پاشا، ایران میں رضا شاہ پہلوی اور پاکستان میں جنرل یحییٰ خان وغیرہ اور یوں مسلم معاشرے میں بھی سیکولرازم کو باآسانی فروغ مل گیا۔

اس کے تین بڑے اسباب ہیں:

(الف) نفس پرستی: یہ سب سے پہلا اہم اور وسیع سبب ہے، کیونکہ مسلمان اپنی نفس پرستی میں مگن ہے اور نفس پرست آدمی کسی طرح کی پابندی کو قبول نہیں کرتا جبکہ مذہب پابند کرتا ہے کہ یہ جائز ہے، اور یہ ناجائز ہے۔ یہ چیز کھانا حلال ہے یہ چیز کھانا حرام ہے وغیرہ۔

(ب) عقلی و نظریاتی وجوہات: انہوں نے اپنے باطل نظریات کے فروغ کے لیے ظاہری طور پر بڑے ہی اچھے دلائل دیئے ہیں اور سائنسی نظریات و ایجادات کی حمایت حاصل کی، مثلاً اسکول میں استاد نے چھوٹے بچوں کو بلایا اور ان کے سامنے مسجد، مندر اور چرچ کے شوپیس رکھے، اور انہیں کہا کہ آپ ان سے ٹافی مانگ لیں، اب بچوں نے باری باری تینوں سے مانگا لیکن ان کی مراد پوری نہ ہوئی، پھر استاد کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں تینوں جگہ سے ٹافی نہیں ملی پھر استاد نے کہا کہ یہ میں ہی تمہیں دے سکتا ہوں، یوں بچوں کے شعور میں یہ داخل کر دیا گیا کہ مذہب کچھ بھی نہیں جو ہے فقط دنیا ہے، اس طرح غیر محسوس انداز میں

نظریات کو ذہنوں میں ڈالنا شروع کر دیا۔ اسی لیے آج بہت سے مسلمان جو فقط دنیوی تعلیم یافتہ ہیں وہ ان کے میٹھے زہر کا شکار ہو کر جا بجا اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے مل جاتے ہیں کہ ان کے پاس ٹھوس دلائل ہیں، ان کا نظام عمدہ ہے وغیرہ۔

(ج) مغربی تہذیب سے رغبت: یہ ہمارا بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم ظاہری طور پر تو مغرب کے غلام نہیں ہیں لیکن ذہنی طور پر غلام ہیں، مغرب سے جو بھی آواز اٹھتی ہے، ہم اس کو بغیر سوچے سمجھے تسلیم کر لیتے ہیں، یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ ہمارے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ، اس ذہنی غلامی کی بنیاد پر بھی سیکولرازم کو بہت فروغ ملا ہے۔

علما کی جانب سے ردعمل: مسلم ممالک میں اس کا ردعمل علما کی طرف سے آیا تو علما میں دو گروہ ہو گئے۔

(الف) متصلب اور دین دار علمائے کرام نے اس بات کو لوگوں کے ذہن میں راسخ کیا کہ بس اسلام ہی حق مذہب ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو لائے ہیں وہی ٹھیک ہے ان جدید نظریات کے متعلق نہ سنو، نہ پڑھو، نہ ان کے قریب جاؤ۔

البتہ ان لوگوں کو جدید نظریات پڑھنے کی اجازت دی جو ان کا رد کرنا چاہتے ہیں اور اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(ب) متجددین: اس طبقے کے صاحب علم، مغربی تہذیب سے اتنے مرعوب ہوئے کہ ان کے پروپیگنڈوں کی زد میں آ گئے۔ انہوں نے اسلام کی نئی نئی تشریحات شروع کر دیں اور پورے اسلام کو تبدیل کر کے رکھ دیا، یہ ایسے بدترین لوگ ہیں کہ از روئے حدیث جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دیتے ہیں۔

(۴) سیکولرازم کے نقصانات وشبہات:

یہ سیکولر حضرات جو امن وسلامتی کے بڑے دعوے دار ہیں اب ذرا ان کی امن و سلامتی کی تعریف بھی سن لیں کہ انہوں نے لوگوں کو کتنا فائدہ پہنچایا؟ کتنا سکون پہنچایا؟ اپنے

نظریات کے نفاذ کے لیے انہوں نے انسانی خون کس قدر بہایا؟ اس کی مثال نہیں ملتی۔
مصر: جمال عبدالناصر نے ''اخوان المسلمین'' کے ڈھائی لاکھ لوگوں کو انتہائی سفاکی سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور جب مصر کی اسرائیل سے جنگ ہوئی تو اس نے اپنے خطاب میں کہا: ''فرعون کے بیٹوں! آج تمہارا مقابلہ موسیٰ کی نسل سے ہے۔''
ایران: رضا شاہ پہلوی، یہ بھی سیکولرازم کا بہت بڑا دلدادہ تھا۔ اس نے بھی لاکھوں لوگوں کو قتل کیا، اس نے عقوبت خانے (Torture cells) بنائے ہوئے تھے جن کو آج ایرانی حکومت نے عجائب خانہ بنا دیا ہے، اور اس میں دکھایا گیا ہے کہ رضا شاہ کے دور میں مسلمانوں کو کس کس طریقے سے سزا دی جاتی تھی، جن میں سب سے چھوٹی سزا یہ تھی کہ ناخن کھینچ لیے جاتے اور بجلی کا کرنٹ لگایا جاتا تھا، اور انہوں نے سیکولرازم کے دفاع میں سینما کو آگ لگا دی اور بہت سے لوگوں کو مروا دیا، اور پروپیگنڈا یہ کیا کہ مسلمانوں نے آگ لگائی ہے۔
انڈونیشیا: سہارتو کی نے سیکولرازم کے نفاذ کے لیے چار لاکھ لوگوں کو قتل کیا۔

جب یہ ساری باتیں سیکولرازم کے چاہنے والوں کے سامنے رکھی جاتی ہیں کہ تم نے اتنی بربریت کا مظاہرہ کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ''یہ تو تمہارے مسلمان ہیں اور ان کی تاریخ یہی ہے کہ یہ لوگ جنگیں لڑتے رہتے ہیں، یہ خونی قسم کے لوگ ہیں'' یاد رہے کہ مذکورہ بالا مسلمان صرف نام کے ہی مسلمان تھے۔ مگر اب ہم آپ کو ان کا مکروہ چہرہ بھی دکھاتے چلیں کہ یہ کتنے امن پسند ہیں؟
جنوبی امریکہ: چلی (Chile) میں آگسٹو پنوشے نے تقریباً تین لاکھ لوگوں کو قتل کیا۔
روس: سابق سوویت یونین نے ساڑھے دس لاکھ لوگوں کا خون پیا۔
امریکا: ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹم بم گرا کر دو دن میں دو لاکھ اٹھتر ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جرمنی: ہٹلر نے نسلی تعصب کی بنیاد ڈالی اور جنگ عظیم کے نام پر کروڑوں لوگوں کو لقمۂ اجل بنا دیا۔

برما: برما کی حالیہ دہشت گردی زبان زد عام ہے۔

اسی طرح پہلی اور دوسری جنگِ عظیم مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہوئی، اس میں برطانیہ، اٹلی، جرمنی، بیلجیئم اور فرانس وغیرہ شامل تھے۔ یہ سارے ہی غیر مسلم ممالک ہیں، ان سب نے سیکولرازم کو فروغ دیا اور بڑی بڑی جنگیں کر کے کروڑوں لوگوں کو مروایا۔

یہ سیکولرازم کا اصلی چہرہ ہے، آج سیکولرازم کو نافذ ہوئے تقریباً دو سو برس ہو چکے اور ان صدیوں میں کروڑوں لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ آپ اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ ہزار سالوں میں بھی کروڑوں لوگ نہیں مرے۔

ان حقائق کے جانتے ہوئے بھی مسلم حکمرانوں نے سیکولرازم کو فروغ دیا ہے۔ خاص طور پر ''ترکی'' نے غیروں کو خوش کرنے کی بہت کوشش کی تاکہ وہ یورپی یونین کے اندر شامل ہو جائے، اس نے پردے اور اذان پر پابندی لگا دی، اذان تو دی جاتی مگر صرف ترکی زبان میں، بے حیائی کو بہت فروغ دیا گیا، مساجد کو مقفّل یا عجائب خانوں میں تبدیل کر دیا گیا، اسلامی عیدوں کو لغو قرار دے دیا گیا، جبراً تقلیدِ مغرب کروائی گئی اور ادنیٰ سی مخالفت پر موت کا راستہ دکھایا گیا، اس کے باوجود بھی آج تک اس کو یورپی یونین میں شامل نہیں کیا گیا۔ معلوم ہو کہ مسلمان چاہے جتنا بھی ان کو خوش کرنے کی کوشش کرے یہ کبھی بھی راضی نہیں ہوں گے۔

پاکستان: سیکولر حضرات پاکستان میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو لوگوں کے ذہن میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، سیکولرازم ہی اصل ترقی ہے۔ اگر پاکستان بھی اس کو اپنا لے گا تو پاکستان بھی ترقی کرے گا۔

یاد رکھیں، دعویٰ کیا جاتا ہے ''یہ سیکولرازم ترقی کے لیے بہت اہم ہے'' تو دعویٰ بغیر

دلیل کے قبول نہیں ہوتا، آپ ہمیں کوئی ایک دو مثال پیش کردیں کہ جہاں پر سیکولرازم آیا ہو اور وہاں پر قتل و غارت گری نہ ہوئی ہو، حالانکہ ہم آپ کو کئی مثالیں پیش کر چکے، مزید ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

بوسنیا ہرزگونیا (Bosnia Herzogovina): یہ مسلمانوں کا ملک تھا، ان لوگوں نے اپنے اوپر سیکولرازم کو کلی طور پر نافذ کرلیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اسلامی نام بھی ختم کردیئے تھے۔ وہاں جا کر کسی کو کوئی وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ ایک مسلمان ملک ہے، یوگو سلاویا (Yogosalavia) جب آزاد ہوا تو بوسنیا کے لوگوں نے بھی چاہا کہ ان کو بھی آزادی مل جائے تو برطانیہ، امریکہ اور یورپ نے مل کر تمام کروشینز (Croatians) اور سربینز (Serbians) کو حکم دیا کہ "ان کو مار دو" کیونکہ یہ ابھی ظاہری طور پر مسلمان نہیں ہیں، لیکن انکے آباء و اجداد تو مسلمان تھے، کہیں ایسا نہ ہو وہی روح بھڑک اٹھے اور دوبارہ جوش مارے، لہٰذا ان کو مار دو یہ بات سن کر آخری بات یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ"

(سورۃ البقرۃ:۱۲۰)

ترجمہ: اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے، جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔

(۵) روک تھام کے اقدامات:

(ا) سب سے پہلا بنیادی اور سطحی کام یہ ہے کہ سیکولر نظریات اور اس کے نتائج سے آگاہ ہونا کیونکہ اگر ہمیں ان دونوں کا علم نہ ہوگا تو غلط راہ کی جانب راغب ہو سکتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اس کی بنیاد مذہب سے دوری اور ظلم وستم ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اس کی مدح سرائی کرے تو آپ سوال پوچھیں کہ سیکولرازم کو آئے ہوئے دوسو سال ہو چکے ہیں کوئی ایک مثال دے دی جائے جہاں یہ امن وسلامتی کا پیغام لایا ہو؟

(۲) ہم یہ ساری باتیں سن کر جلنے اور کڑھنے سے آگے بھی کچھ کریں، ہمیں غصہ تو بہت آتا ہے کہ ہم پر بڑے ظلم کئے گئے ہیں۔ آگے بھی کچھ عقل ہونی چاہیے کہ ابھی تو یہ صرف معلومات ہی ہے اس کے بعد عملی میدان میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کہاں کہاں لوگوں کو روکنا ہے، اور کہاں کہاں حملہ کرنا اور اس معلومات کو کہاں تک پہنچانا ہے، اور یہ جاننا ہے کہ ان کے جدید اعتراضات اور شبہات اور اس کے جوابات کیا ہیں؟

(۳) مختلف مقامات پر سیمینارز ہوں جہاں اس کے متعلق آگاہی فراہم کی جائے کہ دورِ حاضر میں مسلمانوں کا مقابلہ سیکولرازم سے ہی ہے۔

(۴) مستند دلائل کی روشنی میں اسلامی نظریات پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں خصوصاً عقیدۂ توحید، جہاد، حدود و قصاص اور حقوقِ نسواں اور دیگر شرعی احکامات کی درست تشریحات کو منظرِ عام پر لایا جائے۔

(۵) تاریخی شواہد پیش کریں کہ فلاں دور میں کیا ہوا؟ سیکولرازم نے کیا نقصانات کیے؟ تاریخی شواہد بہت پُراثر ہوتے ہیں۔

(٦) دین اسلام کا گہرائی سے مطالعہ بھی انتہائی ضروری ہے کیونکہ بعض ہمارے اپنے ہی لوگ مذہب پر اعتراض کرتے ہیں جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے مذہب کے بارے میں تفصیلی علم نہیں، مغرب کو پسند کرنے والے مذہب کی کتابیں پڑھتے بھی ہیں تو وہی کتابیں پڑھتے ہیں جو یا سطحی معلومات دیتی ہیں یا ان لوگوں کی لکھی ہوتی ہیں جو اسلام کی روح سے ناآشنا ہوتے ہیں، اور اپنی ناقص عقل کے مطابق اسلام کی تشریحات کرتے ہیں، اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم معتمد علما کی مستند کتابیں خود بھی پڑھیں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں، یہ نہ بھولیں کہ دورِ حاضر اسلحہ سے زیادہ ''نظریاتی جنگ'' کا دور ہے۔

لبرل ازم (LIBERALISM)

لغوی معنی: آزاد خیالی، جمہوری اور معاشرتی اصطلاحات کی موافقت کا نظریہ۔

اصطلاحی تعریف: خود کو انفرادی حیثیت سے دین سے آزاد سمجھنا۔

لبرل سوچ کے حامل افراد اپنی ذاتی زندگی میں بیرونی مداخلت کو تسلیم نہیں کرتے، خواہ وہ مذہب کی طرف سے ہو یا ریاست کی طرف سے۔

لبرل ازم پر چار حوالوں سے گفتگو ہوگی:

(۱) تاریخ (۲) اصول وضوابط

(۳) نقصانات (۴) عناصر و حل

(۱) لبرل ازم کی تاریخ:

جب کسی انسان کے ذہن میں یہ راسخ ہو گیا کہ میری سیاسی و سماجی زندگی میں مذہب کی حیثیت نہیں تو وہ اس کو اپنی داخلی زندگی سے بھی نکال دیتا ہے، اس لبرل ازم نے پہلے معاشرتی اور سیاسی میدان پر اسی لیے قبضہ کیا تاکہ لوگوں کو لبرل بنائے اور لبرل سے کافر بنائے، برطانوی فلسفی جان لاک (۱۶۰۷۔۱۷۰۴) پہلا شخص ہے جس نے لبرل ازم کو باقاعدہ ایک فلسفہ اور طرزِ عمل کی شکل دی، جب سائنسی ترقی ہوئی تو انہوں نے مذہب پر کثیر اعتراضات کیے اور نجی زندگی سے بھی دین کو معطل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

(۲) لبرل ازم کے اصول:

لبرل ازم کے بنیادی اصول دو ہیں:

(الف) آزادی

(ب) مساوات

(الف) ''آزادی'': اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ذاتی زندگی میں آزاد ہے

خواہ مذہب ہو یا صحافت یا اظہارِ رائے وغیرہ۔ جو بھی کرے اس کی مرضی، چاہے پانی پیے، شربت پیے، چاہے شراب پیے، غیروں کو اس کی نجی زندگی میں دخل اندازی کی اجازت نہیں، عوام کا یہ حال ہوگیا ہے کہ کوئی کسی کے معاملے میں دخل اندازی نہ کرے اور اگر کرے تو ایسی باتیں سننے کو ملتی ہیں کہ ''یہ میرا گھر ہے میری مرضی میں اسے صاف رکھوں یا میلا وغیرہ''۔

اس قسم کے خیالات آج کل مسلمانوں میں بھی پائے جانے لگے ہیں، اگر کسی سے کہا جائے کہ فلاں کام نہ کریں کہ اس میں شریعت کی ممانعت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ''میرا دین، میرا خدا، میری مرضی، میں جو چاہے کروں جو چاہے پہنوں، جو چاہے کھاؤں پیوں، یہ میرے اور اللہ کے درمیان کی بات ہے تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے، تم اپنا کام کرو مجھے اپنا کام کرنے دو''۔ ان سب کی وجہ مسلمانوں کا دینی تعلیم سے دور رہنا ہے۔

(ب) مساوات: مساوات کا مطلب یہ ہے کہ قانونی حیثیت ہو یا سیاسی ہو یا شخصی ہو سب کو برابری دی جائے، مثلاً مرد یا عورت کو صنفی اختلاف کی وجہ سے حقوق و مراعات اور مواقع و امکانات سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

مساوات کے مطابق تمام دولت کو افراد کے درمیان برابر برابر بانٹ دیا جائے، چاہے مرد ہو یا عورت۔

اسی کی ایک شاخ جمہوریت ہے کہ ہر فرد کا سماجی حق یکساں ہے تو ایک جاہل شخص ہے اور ایک پڑھا لکھا، دونوں کا ووٹ برابر ہے۔

(۳) لبرل ازم کے نقصانات:

سیکولر ازم اور لبرل ازم نتیجتاً یکساں ہیں لہٰذا سیکولر ازم لبرل ازم کا پہلا قدم ہے اور لبرل ازم ایتھیزم یعنی بے دینی کی طرف لے جاتا ہے۔

لبرل ازم کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ذاتی احساس ذمہ داری کا تصور ختم ہوگیا۔

اب انسان اپنے عزیز و اقارب اور اہل عیال کی ذمہ داری تو کجا اپنی ذمہ داری سے بھی دست بردار ہو گیا، جب انسان کو کھلی آزادی دے دی گئی تو اس نے نفس پرستی کو ترجیح دی چنانچہ دھوکا دہی، مفاد پرستی، سود، شراب نوشی، بے حیائی، ہم جنس پرستی جگہ جگہ عام ہو گئی، خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا، یہاں تک کہ لوگوں نے رشتوں کی پہچان بھی ختم کر دی۔لوگ اتنے آزاد خیال ہو گئے کہ اپنے والدین کے ساتھ رہنا بھی ان کے لیے عار ہو گیا ہے یا تو وہ لوگ والدین کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں یا تو ان کو اولڈ ایج ہوم میں چھوڑ آتے ہیں۔

بہت سے دہریے دنیا میں ایسے بھی موجود ہیں جو بلا کسی خوف و شرم کے یہ بات کرتے ہیں کہ ''بہن بھائی کے نکاح کرنے میں کوئی خرابی نہیں'' اور انہی کی دہریہ عورتوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ آزادی ہونی چاہیے کہ ہم کسی مذہب کی اہانت کریں، یا کسی کے خدا کی اہانت کریں، یا کسی کے رسول کی اہانت کریں، اس کے اوپر کون پابندی لگانے والا ہے؟''

لبرل ازم کے اثرات اتنے گندے ہیں کہ کوئی کسی کی عزت اچھالے تو کہتے ہی کہ یہ آزادیٔ اظہار رائے ہے، جب یہ کسی مسلمان کو نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ شراب پیتا ہوا بھی دیکھ لیں تو اس مسلمان کو اعتدال پسند کہتے ہیں۔

مسلمانوں میں آزاد خیال کا فروغ

بہر حال یہ تو لبرل وملحد کی سوچ ہے،لیکن مسلمان نوجوان ان کے جال میں پھنستے چلے جارہے ہیں، آزاد خیالی آج کی جنریشن کے لیے فیشن بن چکی ہے۔حرام کاموں کو حلال سمجھ کر کیا جارہا ہے، بے حیائی عام ہو گئی ہے، اس کے علاوہ بہت سی چیزوں میں مسلمانوں کے درمیان لبرل ازم کے عناصر پائے جارہے ہیں جن میں سے چند کو یہاں بیان کیا جاتا ہے:

لبرل ازم کے عناصر

نشہ خوری

نشہ ایک ایسی برائی ہے جس سے انسان کی قیمتی زندگی پوری طرح برباد ہو جاتی ہے۔ اسے بھری جوانی میں موت کا شکار بنا دیتی ہے، آج آدمی تھوڑے سے مزے کے لیے الگ الگ قسموں کے نشے کرنے لگا ہے۔ کل تک لوگ شراب سے نشہ کیا کرتے تھے، لیکن ترقی یافتہ زمانے میں جہاں تمام برائیاں بھی ترقی پا رہی ہیں تو نشہ اپنے قدم پیچھے کیوں رکھے۔ نشے نے بھی نئی نئی شکلیں اختیار کر لی ہے۔

پہلے صرف پی کر نشہ کیا جاتا تھا لیکن آج سونگھ کر، انجیکشن کے ذریعے، چلم میں بھر کر ٹیبلیٹ وغیرہ کے ذریعے نشہ کیا جاتا ہے۔

ہیروئن، (جسے نشے کی دنیا میں ڈرگز کی رانی کہا جاتا ہے) کوکین، گانجہ، L.S.D ، Speed Ball وغیرہ جیسے خطرناک ڈرگز کا استعمال کیا جا رہا ہے، خاص طور پر کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ اس میں کثیر تعداد میں ملوث ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اسی طرح شراب کو نئے نئے نام دے کر مارکیٹ میں لانچ کیا جا رہا ہے، نوجوان نسل اس سے خوب لطف اندوز ہو رہی ہے اور جب ان کو اس کی حرمت کے بارے میں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (سورۃ البقرۃ:۲۱۹)

ترجمہ: ’’(لوگ) تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔‘‘

اور ارشاد فرماتا ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورہ مائدہ:۹۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! شراب ، جوا ، بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں (اور) شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔''

تو کہتے ہیں ''جناب یہ شراب نہیں، بلکہ یہ تو بیئر (Beer) ہے، یہ تو وہسکی ہے'' یا پھر اسے پھلوں کے جوس کے نام پر خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے بارے میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی خبر دے دی ہے:

عن عائشة رضی الله عنها قالت :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "ان اول ما يكفأ كما يكفأ الاناء" يعنی الخمر، قيل: فكيف يا رسول الله وقد بين الله فيها ما بين؟ قال: "يسمونها بغير اسمها فيستحلونها." (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس طرح برتن کو الٹا کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سب سے پہلے شراب کا معاملہ الٹا کر دیا جائے گا۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا جب کہ اللہ عزوجل نے اس کی حرمت خوب واضح طور پر بیان فرمادی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ شراب کو کچھ اور نام دے دیں گے، پھر اسے حلال سمجھیں گے۔!!

سنن ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ليشربنّ ناس من امتی الخمر يسمونها بغير اسمها،يعزف علی رء وسهم بالمعازف ، والمغنّيات،يخسف الله بهم الارض، ويجعل منهم القردة والخنازير. (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: یقیناً میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کوئی اور نام رکھ لیں گے۔ان کے سروں پر موسیقی (میوزک) بجانے اور گانے والیاں گائیں گی۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور سُور بنادے گا۔!!!

آج دنیا میں خاص طور پر امیروں کی پارٹیوں میں ایسا ہی ہو رہا ہے، بہت سی جگہوں پر شراب و شباب کی محفلیں سجائی جا رہی ہیں جس میں مختلف قسموں کی شراب کو الگ الگ نام دے کر پیش کیا جاتا ہے، گانے بجانے والوں کے ساتھ ساتھ ناچنے والیاں بے حیائی کا کھلم کھلا اظہار کرتی ہیں،لوگ بھی اس بے حیائی میں شریک ہو جاتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ صرف غیر مسلم ہی نہیں بلکہ مسلم اقوام بھی اس برائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔

جب انہیں روکا جائے تو ان میں چند آزاد خیال لوگ شراب کی حرمت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں ''مطلقاً شراب پینا حرام نہیں بلکہ حد سے زیادہ پینا حرام ہے،مقررہ مقدار کے مطابق شراب پینے سے عقل پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور شراب تو اس لیے حرام ہے کہ انسان اپنی عقل کھو دیتا ہے۔'' یا یوں کہتے ہیں ''بیئر میں کہاں نشہ ہوتا ہے؟'' وغیرہ۔

اور ایسے لوگ ہی دھیرے دھیرے اپنے دل و دماغ میں اسلام کی مخالفت پیدا کرتے ہیں اور یوں کہہ کر ملحد ہو جاتے ہیں کہ یہ کیسا مذھب ہے جو ہر اس کام سے روکتا ہے جس میں ہمیں لطف آتا ہے،آخر ہم اس کی کیوں سنیں۔'' (نعوذ باللہ)

یاد رکھو! جو بھی چیز نشہ لاتی ہے وہ سب کی سب حرام ہے۔آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل مسکر حرام۔ ''ہر نشہ والی چیز حرام ہے''۔ (بخاری ۲/ ۱۰۲۳)

اور فرمایا: **ما اسکر کثیرہٗ فقلیله حرام.** (ترمذی ۲/ ۹)

''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے''۔

نشہ خوروں کے بارے میں قرآن وحدیث میں کثرت سے وعیدیں موجود ہیں لیکن دنیا میں بھی اس کے بہت سے نقصانات ہے۔

The Indian Express میں شائع رپورٹ کے مطابق شراب نوشی کی وجہ سے ہر ۹۶ ویں منٹ میں ایک انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(NDTV) کے خبر کے مطابق ہندوستان میں ہر چار منٹ میں ایک سڑک حادثہ پیش آتا ہے جس میں اکثر Drink and Drive کے کیس ہوتے ہیں۔

اس برائی کو روکنے کے لیے چند اقدامات کیے جائیں:

☆ گھر کے ذمے دار لوگ اپنے بچوں پر کڑی نگرانی رکھیں، انہیں ہر چھوٹی بڑی برائی سے روکا جائے۔

☆ اپنے گھر میں دینی ماحول بنائیں۔

☆ نشہ باز کی صحبت ہرگز اختیار نہ کریں، ایسے لوگوں سے ہرگز دوستی نہ کریں۔

☆ شراب ونشہ کی حرمت اور نقصانات کے بارے میں جانیں۔

☆ جس چیز کے حرام ہونے میں شک ہو اس سے بھی بچیں۔

☆ اگر اس کے عادی ہوں تو ہیلتھ کیئر (Health care) سے رابطہ کریں (جو نشہ چھوڑانے میں مدد کرتی ہیں)

☆ نشہ والے اشتہارات پر Report کریں۔

عریانیت

اہلِ مغرب خاص طور پر یورپ نے پوری دنیا پر اپنا قبضہ اس طرح جما لیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کی سوچ کو بالکل ہی بدل دیا۔ کل تک جو لوگ خود کی پسند کے لباس پہنا کرتے تھے آج وہ فلمی ستاروں، باکس ماڈل کے ذریعے دکھائے جانے والے لباسوں کو اختیار کرنے لگے ہیں، فیشن انڈسٹری کے نام پر لوگوں سے ان کی اپنی پسند کا حق چھین لیا گیا

جس کا انہیں علم تک نہ ہوا۔

ٹی وی، سینما، میڈیا اور ماڈلوں کے ذریعے عوام میں رائج کپڑوں کو دیہاتی گنوار اور غیر مہذب دکھایا جانے لگا، مسلسل اشہارات (Ads) کی وجہ سے لوگ بھی یہی ماننے لگے۔

کسی زمانے میں پھٹا ہوا کپڑا پہننا غربت اور مفلسی کی نشانی سمجھا جاتا تھا لیکن آج پھٹے ہوئے کپڑے پہننا امیری اور ماڈرن ہونے کی نشانی بن گیا ہے۔

کل تک غیر مسلم اقوام بھی مکمل طور پر لباس پہنا کرتے تھے، ان کے نزدیک بھی پردہ کرنا ضروری ہوا کرتا تھا۔ لیکن آج غیر مسلم کی تو بات چھوڑیں مسلم عورتوں کے لباس دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

اہلِ مغرب نے عورتوں کے جسم کے خاص حصوں کو نمایاں طور پر دکھانا اور ننگا رکھنا چاہا تو اس کے لیے فیشن ایبل کپڑے تیار کیے گئے، جس سے عورت کے جسم کا زیادہ تر حصہ نظر آئے، پہلے تو بغیر آستین (Sleeve less) کپڑوں کو عام کیا گیا، اس کے بعد ٹاپ (Tops) کے نام پر ٹانگوں کے کپڑے ختم کیے گئے، بیک لیس (Back less) کے نام پر کمر کا کپڑا غائب کیا گیا، یہاں تک کہ سوئمنگ پول (Swimming pool) کے نام پر انہیں بکنی پہنا کر تقریباً پورا لباس چھین لیا گیا، ان سب حرکات کے پیچھے ان کے تجارتی مفاد اور جنسی ہوس کارفرما ہے۔

اس کو روکنے کے لیے ہمیں ان سے مقابلہ کرنا ضروری ہے، فیشن انڈسٹری کی سالانہ مالیت دو لاکھ کروڑ سے بھی زیادہ ہے، اس لیے اس کے مقابلے میں کھڑا ہونا آسان نہیں، لیکن ارادے پکے اور نیت سچی ہو تو تائید غیبی حاصل ہوتی ہے۔

اپنے معاشرے کو بے لگام عریانیت اور فیشن سے بچانے کے لیے چند اہم اقدامات ضروری ہیں:

☆ ہر شخص اپنے گھر میں اسلامی لباس رائج کرے۔

☆ اپنے بچوں کو پردوں اور لباس کے احکامات سکھائے جائیں۔

☆ بچپن ہی سے انہیں مغربی طرز ولباس سے دور رکھا جائے۔

☆ علمائے کرام اس موضوع پر عقلی اور سائنٹفک انداز میں خطاب کے ذریعے رغبت دلائیں۔

☆ مسلم صنعت کار اس فیلڈ میں انویسٹ مینٹ (Investment) کریں، اسلامی قوانین کے حساب سے ملبوسات تیار کرائیں، غیر شرعی طریقوں سے بچتے ہوئے تشہیری مہم (Advertisment) چلائیں تاکہ لوگوں میں رغبت پیدا ہو، کوالٹی اور قیمت کا خصوصی دھیان رکھیں۔ دھیرے دھیرے ان شاء اللہ ہمیں کامیابی ضرور ملے گی۔

فحاشی، زنا

اس سے پہلے ہم نے عریانیت کو مختصراً بیان کیا اب ہم زنا کے متعلق چند باتیں بیان کریں گے کیوں کہ عریانیت زنا کا سب سے بڑا سبب ہے۔

آج کل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کا اپنی بیوی کے علاوہ اور عورت کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی غیر سے مباشرت کرنا، صرف یہی زنا ہے لیکن یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا . (الاسراء، آیت: ٣٢)

ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ، بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت بری راہ ہے۔

(کنزالایمان)

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ یوں فرمایا زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی وہ تمام راستے اور طور طریقے جو زنا کا سبب بن سکتے ہیں، ان سب سے اجتناب کرو۔

ہر وہ چیز جو انسان کو شہوت کا احساس دلانے کا سبب بن سکتی ہے وہ زنا کا راستہ ہے

مثلاً عورتوں سے آزادانہ اختلاط، عورتوں کا بے پردہ ہو کر بازاروں میں نکلنا، اجنبی مرد و عورت کا گفتگو کرنا بالخصوص جب وہ اکیلے ہوں ،نظر بازی ،عریاں (ننگی) تصویر ،فحش لٹریچر، ویڈیوز وغیرہ سب شہوت کو ابھارنے والی باتیں ہیں اور یہی زنا کے راستے ہیں۔

آج لوگ اس گناہ میں اس طرح ملوث ہو گئے ہیں گویا کہ یہ کوئی گناہ ہے ہی نہیں ، پہلے تو غیروں میں بھی اسے برا سمجھا جاتا تھا، اور ہندستان کو شرم و حیا کی تہذیب سکھانے والا ملک سمجھا جاتا تھا لیکن آج بے حیائی اور فحاشی اس قدر عام ہو گئی ہے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔لیکن افسوس صد افسوس مسلمانوں نے بھی اس میں قدم پیچھے نہ رکھے، آج کے لڑکے یا لڑکیاں خاص طور پر کالج اور یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے، اپنے لیے گرل فرینڈ (Girl friend) یا بوائے فرینڈ (Boy friend) رکھنا فیشن سمجھتے ہیں۔

یہ لوگ پہلے تو ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھاتے ہیں، رات رات بھر فون پر باتیں کرتے ہیں، بعد میں بوس و کنار کی طرف بڑھتے ہوئے دھیرے دھیرے اصل زنا پر پہنچ جاتے ہیں، اور اس کو محبت کا نام دیتے ہیں۔

کچھ تو بغیر نکاح کے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے ہیں، جسے (Live in Relationship) نام دیا گیا ہے، دوسرے الفاظ میں یہ لوگ شادی کا ٹرائل لیتے ہیں ہر وہ کام انجام دیتے ہیں جو میاں بیوی کے درمیان ہوتے ہیں، اگر ساتھ رہنے میں کامیاب ہوئے تو شادی کر لیتے ہیں ورنہ الگ ہو جاتے ہیں۔

ایسے کام انجام دینے والے مہلک امراض جیسے (ایڈز) میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ معاشرے نے اس بات کو قبول کر لیا ہے اور جہاں پہلے عورتیں گھروں کی عزت ہوا کرتی تھیں اگرچہ غیر مسلم کی عورتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ آج وہ بازاروں کی رونق بن بیٹھیں ہیں۔

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آنکھیں، ہاتھ، اور ٹانگیں، بھی زنا کرتی ہیں۔ (مسند احمد ص: ۴۱۵۰)

یہ بھی فرمایا کہ شرک کے بعد کوئی گناہ زنا کاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں۔ (ابن ابی الدنیا)

زنا کو لبرل ازم میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو عروج دینے والے اہلِ مغرب کا اصل مقصد یہی ہے کہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کو عام کیا جائے، پھر ان کے دل و دماغ میں اسلام کی مخالفت پیدا کی جائے کہ اسلام ان کی آزادی کو چھین رہا ہے۔

ان چیزوں سے ہماری قوم کو بچانے کے لیے کچھ خاص اقدامات اٹھائیں جائیں:

☆زنا کے اسباب سے اپنے بچوں کو آگاہ کرایا جائے، اور انہیں ان سے بچایا جائے۔

☆علمائے کرام سے زنا کے مطابق احکامات اور دنیاوی واخروی سزاؤں کے بارے میں جانا جائے۔

☆لڑکیوں کو پردے کے احکامات سکھائے جائیں۔

☆سوشل میڈیا سے جتنا ہو سکے دور رکھا جائے۔

☆صرف لڑکیوں پر ہی نہیں بلکہ لڑکوں پر بھی خاص نظر رکھی جائے۔

کالج اور یونیورسٹی کا ماحول

آزاد خیالی کو بڑھاوا دینے میں اہلِ مغرب نے سب سے بڑا ہتھیار کالیجز اور یونیورسٹیز کو بنایا، الحاد چونکہ مسلمانوں میں کچھ خاص اثر نہ کرسکا تو ملحدین نے دنیاوی تعلیم کے بڑے بڑے ادارے قائم کیے جن میں سیکولرازم اور لبرل ازم کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا، لوگ اعلی تعلیم حاصل کرنے کے خواب میں ان اداروں میں جاتے رہے، پھر دھیرے دھیرے ان لوگوں میں آزاد خیالی پیدا کی گئی جو انہیں الحاد کی طرف لے جاتی ہے اور مرتد بنا دیتی ہے۔

چند ابتدائی برائیاں جو کالجز یا یونیورسٹیز میں پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے لوگ آزاد خیال ہو جاتے ہیں۔

(۱) لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک کلاس میں ایک ساتھ بیٹھنا۔

(۲) مرد اساتذہ کا لڑکیوں کے سامنے بیٹھ کر سوال و جواب کرنا۔

(۳) مردوزن کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا۔

(۴) کالج کی تقریبات میں ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کود، ناچ گانا کرنا۔

(۵) لڑکیوں کا اپنے فیشن ایبل کپڑوں کا پہننا کہ لڑکے ان کی طرف مائل ہوں۔

(۶) بوائے فرینڈ، گرل فرینڈ بنا کر محبت کے نام پر بے حیائی کو عام کرنا۔

(۷) ویلنٹائن ڈے کو محبت کا دن مان کر زنا کاری کو عام کرنا۔

(۸) چند دنوں پہلے ملے ہوئے شخص پر گھر والوں سے زیادہ بھروسہ کرنا۔

(۹) اسلامی تعلیمات سے دوری۔

(۱۰) شریعت واسلام کے تقدس کو پامال کرنا وغیرہ وغیرہ۔

غیر مسلم کے کالیجوں میں یہ تو عام بات ہوگئی لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ مسلم یونیورسٹیوں کا بھی یہی حال ہے۔ اہل مغرب کی سازشیں پوری طرح مکمل ہوتی نظر آرہی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ان چیزوں سے بچنا بھی نہایت ہی مشکل ہو گیا ہے۔

لیکن چند ایسے ٹھوس قدم اٹھانے ہوں گے جس سے مسلمانوں کو آزاد خیال ہونے سے بچایا جائے:

☆ دوسرے کالج میں نہیں تو کم از کم مسلم کالج میں دنیاوی تعلیمات کے ساتھ ساتھ طلبہ کو دینی تعلیمات سے بھی آراستہ کیا جائے۔

☆ طلبہ میں شریعت اسلامیہ کو جاننے اور سمجھنے کا جوش پیدا کیا جائے۔

☆ اسلامی قوانین کے مطابق کالج کے اصول مرتب کیے جائیں۔

☆ مغربی تہذیب سے طلبہ کو بچایا جائے۔

☆ اسلامی کالج کھولے جائیں اور اس میں دینیات کا شعبہ لازمی رکھا جائے۔

☆ لڑکیوں کے لیے پردے کے ساتھ (Girls College) کھولیں۔

☆ اسلامی اخلاق، لباس/ یونیفارم اور وضع قطع کو نافذ کیا جائے۔

طلاق اور آزاد خیالی

آج روز و شب طلاق کو مذاق بنایا جارہا ہے، ماڈرن خیال عورتوں کے نزدیک طلاق کا قانون عورتوں پر ظلم ہے اور مرد اس کے ذریعہ نئی نئی عورتوں کے ساتھ اپنی خواہش کی تکمیل چاہتا ہے بس۔ اور اس کے علاوہ طلاق کچھ نہیں۔ بہت سے ملکوں میں آزاد خیالی کو تسلیم کر کے قانون بنادیا گیا ہے کہ کسی مسلمان کے طلاق بولنے سے کچھ نہیں ہوتا اور عورت بدستور اس کی بیوی رہتی ہے، بہت سی مسلم عورتوں نے بھی اس خلاف شرع قانون کی حمایت کی اور طلاق کو مسلم عورتوں پر ظلم قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی مسلم عورتیں طلاق کا مطلقاً انکار کرتی ہیں، اور اس کے لیے وہ احتجاج بھی کرتی ہیں۔ کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے طلاق کے قانون کو ختم کرنے کے لیے کورٹ میں اپنے شوہر کے خلاف کیس فائل کیا اور وہ زبانی، تحریری اور ہر طرح سے دی گئی طلاق کو ماننے سے انکار کرتی ہیں اور اسے عورتوں پر ظلم قرار دیتی ہیں، اس میں کچھ عورتیں تو اپنے آپ کو مشہور کرنے اور اونچا عہدہ حاصل کرنے کے لیے اسلام مخالف کاموں کی حمایت کر رہی ہیں۔ بہت سی عورتیں اپنے آزادانہ فکر اور غیر مسلموں کے ساتھ رہ کر ان سے مرعوب ہو کر طلاق کا مذاق بنا رہی ہیں اور یہ بھی کہا جارہا ہے کہ طلاق انسان کا بنایا ہوا قانون ہے۔

اس سلسلے کی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک طلاق دینا انتہائی مبغوض اور مکروہ عمل ہے، طلاق کو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **"ابغض الحلال"** فرمایا۔

(ابن ماجہ، ص: ۲۰۱۸)

اور قرآن کریم کی آیت کریمہ کا مفہوم ہے جب عورت کو سمجھانے اور الگ رکھنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے اور نہ عورت خلع کے مطالبے پر اصرار کرے بلکہ دونوں خاندان کے قریبی رشتہ داروں میں سے منصف مقرر کرلیا جائے تاکہ صلح ومصالحت کی صورت بن جائے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔

اسباب تدارک

☆ دین اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کریں۔

☆ مغربی تہذیب وثقافت سے اپنے ذہن وفکر کو دور رکھیں، تاکہ اسلام جیسا پاکیزہ ومنزہ مذہب داغدار نہ ہونے پائے، جس کی وجہ سے دنیا وآخرت برباد ہوجائے۔

☆ اپنے بچوں کو کالج اور یونیورسٹیوں میں اسلامی ماحول کے مطابق تعلیم دی جائے۔

☆ طلاق کے مسائل کو اچھی طرح سمجھا جائے۔

غیر مسلموں سے شادی کا رجحان

آج کے دور میں مغرب کی تشریح کردہ فیمینزم (Feminism)، مساوات (برابری)، آزادخیالی، حقوق نسواں جیسے غلط افکار ونظریات نے لوگوں کے دل ودماغ پر کچھ اس طرح سے قبضہ کرلیا ہے کہ ان کے ذہنوں سے مذہب وشریعت کو کوسوں دور کر دیا ہے۔

اس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کرنے کے لیے ''دین دار'' کو چننے کا حکم دیا تھا۔لیکن آج کے دور میں نیک اور دینداری کی تو بات ہی چھوڑ دیجئے نوبت تو یہ آگئی ہے کہ مسلم لڑکے اور لڑکیاں غیر مسلموں سے شادی رچا رہے ہیں۔

اس بات پر یقین کرنا تو مشکل ہوتا ہے لیکن جب ہم اخبارات کھول کر دیکھتے ہیں تو

کچھ ایسی خبریں ملتی ہیں جنہیں سن کر ہوش اڑ جاتے ہیں۔ آئے دن اخبارات میں گزشتہ چند سالوں سے اس طرح کی خبریں پڑھنے کو مل رہی ہیں کہ ''فلاں مسلم لڑکی اپنے یار کے ساتھ گھر سے فرار ہوگئی''، ''فلاں مسلم لڑکی نے فلاں غیر مسلم لڑکے سے شادی رچالی''۔ اس طرح کی خبر خاص طور پر فلمی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں ہوتی تھیں۔ اب تو اس کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

وہ اپنا دین و ایمان اور ضمیر و حیا بیچ کر اپنے خاندان اور اپنے سماج اور معاشرے پر بدنامی کا داغ لگا رہے ہیں اور بے حیائی کے راستے پر بڑھتے ہوئے ارتداد تک پہنچ رہے ہیں۔

دی ٹائمس آف انڈیا (The Times Of India) کی سروے رپورٹ کے مطابق ''گزشتہ تین سالوں میں چالیس ہزار مسلم لڑکیوں نے غیر مسلم لڑکوں سے شادی کی ہے۔ اور یہ اعداد و شمار روز بروز تیزی کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں''۔

مسلم لڑکا اگر کسی غیر مسلم لڑکی سے شادی کر لے تو اسے ''لو جہاد'' کا نام دے کر مسلمان قوم کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر اس کے برخلاف غیر مسلم لڑکے نے مسلم لڑکی سے شادی رچالی تو اس وقت کوئی ڈبیٹ کیوں نہیں ہوتا؟ اسے کون سا جہاد کہا جائے؟

اس برائی کی اصل وجہ دین کی کمی اور مسلم گھروں میں دینی ماحول کا فقدان ہے، لہذا:

☆ ہمیں سب سے پہلے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ اس بڑھتی ہوئی لبرل ازم (آزاد خیالی) کو روکنے کے لیے اسلامی نظام کے مطابق مسلمان بچوں اور بچیوں کو شریعت اسلامیہ سے آراستہ کیا جائے ان میں حیا داری، عصمت کی حفاظت کا جذبہ اور عقیدۂ توحید و رسالت کی عظمت پیدا کی جائے۔

☆ ان پر کڑی نگرانی رکھی جائے، خاص طور پر سوشل میڈیا سے دور رکھا جائے جو کہ

اس کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ط (البقرة، آیت: ۲۲۱)

ترجمہ: مشرکوں کے نکاح میں (اپنی عورتوں کو) نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔

اور فرماتا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط (الممتحنة، آیت: ۱۰)

ترجمہ: نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال۔

(یعنی مومنہ عورتیں ان کافروں کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ ہی وہ کافر ان مومنہ عورتوں کے لیے حلال ہیں)

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ اگر کوئی مسلم، غیر مسلم سے شادی کرے خواہ والدین کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو، شرعی طور پر یہ نکاح باطل ہے۔

اہلِ اسلام پر مغربی افکار کی یلغار

اہلِ مغرب کا مسلمانوں کو اسلامی تعلیم سے برگشتہ کرنے اور ان میں نظریاتی اختلاف پھیلانے کا منصوبہ تاریخ کا سب سے خطرناک منصوبہ ہے۔ اس فکری یلغار نے گذشتہ ڈیڑھ صدی کے طویل عرصے میں نظریاتی، سیاسی اور نشریاتی وسائل کو بتدریج بروئے کار لاتے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو اسلام سے بیگانہ کر دیا اور انھیں مغربی نظریات کے رنگ میں رنگ دیا۔

اہلِ مغرب نے آئے دن اوچھے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے اہلِ اسلام کو دین و شریعت سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ مغربی طرزِ فکر کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ مساوات میں بغاوت پیدا کی جائے یعنی لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جائے کہ جو

بات انسان کے عقل ومعیار کو صحیح لگے وہی بات مکمل طور پر صحیح اور مبنی برحق ہے۔اس کے علاوہ تمام باتیں جواس کی عقل سے بالاتر ہو، یا وہ اسے سمجھنے سے قاصر ہو، یااس کے مفاداور خواہشات کے برخلاف ہوں سب کی سب سراسر غلط ہیں یا پھراس کے حق میں ظلم وزیادتی ہیں۔

چنانچہ مغرب کی یہ کوشش کافی حدتک کامیاب ہوتی چلی گئی جس کے نتیجے میں آج نوجوان نسل یہ سوالات کرتی ہے:

☆ کیا یہ اسلام کی جانب سے سراسر ظلم ونا انصافی نہیں کہ مرد کو چار شادیوں کی اجازت اور عورتوں کوصرف ایک؟

☆ یہ کیابات ہوئی کہ مرد کوطلاق کا حق ہےاور عورت کونہیں؟

☆ یہ کیسا قانون ہے کہ عورت میراث میں،طرز زندگی حتی کی آزادیِ رائے میں مرد کے شانہ بشانہ یعنی برابری میں کھڑی نہیں ہوسکتی؟

☆ یہ اسلام کا کیسا نظام ہے کہ مرد کے لیے کوئی پردہ نہیں اور عورت کو گھر میں قید کر کے رکھا جاتا ہے!

☆ کیا حج میں جاکر لاکھوں کروڑوں روپے صرف کرنا فضول خرچی نہیں ہے؟ اس سے اچھا توکسی غریب کی مدد کردی جاتی!

☆ یہ کیسے پیسے کا ضیاع اور پیٹ کی بھوک ہے کہ بقرعید کے تین دنوں میں عالم اسلام میں لاکھوں جانور ذبح کردیے جاتے ہیں! کیا یہی پیسے قومِ مسلم کی تعلیمی پسماندگی اور معاشی بحران کے خاتمے کے لیے صرف نہیں کئے جاسکتے؟

دراصل ان سوالات کی اصل وجہ نظام الٰہی اور وحی خداوندی سے بغاوت اور عقل کو معیار سمجھنے کی غلطی ہے۔

ایک قدم اور آگے بڑھایا جائے تو یہ پتا چلے گا کہ اہل مغرب یہ چاہتے ہیں کہ تصور آزادی کو عام کر کے انسان کو خدا اور رسول کی بندگی سے ہٹا کر لذت کا غلام بنا دیا جائے،

اور یہ مغربی طرز فکر کا سب سے مؤثر ہتھیار ہے کہ انسان اپنی مرضی کا مالک ہو جائے، جو من میں آیا کرتا چلا جائے، اپنی خواہشات کی تکمیل جس طرح چاہے کرے۔

''ان کے نزدیک خدا کے قانون کو یہ حق نہیں کہ وہ انسان کی خواہش میں رکاوٹ پیدا کرے، انسان کو شریعت کا نہیں لذت کا غلام ہونا چاہیئے''۔

ان کے نتیجے میں آج ساری دنیا دیکھ رہی کہ مغربی ممالک کا ماحول کیسا بن چکا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے انھیں طرز عمل کو ساری دنیا پر لاگو کرنا چاہتے ہیں۔ خاص طور پر اہل اسلام کو اس کے چنگل میں پھنسانے کی بھرپور کوششیں کی جارہی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس کے بارے میں بتادیا۔ بہر حال یہی لوگ لبرل کہے جاتے ہیں جن کا ذکر گذر چکا ہے۔

الحاد کا سد باب

الحاد لوگوں کے اندر یا تو دینِ اسلام سے بغض وعداوت کی وجہ سے آتا ہے یا جاہ و حشمت کی وجہ سے آتا ہے۔ لہٰذا:

☆ بھرپور طریقے سے کوئی ایسی تحریک چلائی جائے جو صرف مساجد و مدارس تک محدود نہ رہے، بلکہ کالج اور یونیورسٹیوں کے کونے کونے تک پہنچے۔

☆ کالج اور یونیورسٹیوں کے طلبہ و طالبات کو ہمارے اکابر کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھائی جائیں اور ان کے اندر دینِ اسلام کی حقانیت اچھی طرح پیوست کی جائے۔

☆ کوئی ایسی جگہ نہیں ہونی چاہیے جہاں قرآن وحدیث کے صحیح تراجم وتفاسیر نہ ہو۔

☆ آج اگرچہ مخالف کے پاس سوشل میڈیا وغیرہ قسم قسم کے ذرائع موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس سوشل میڈیا کے ساتھ مدارس ومساجد اور خانقاہ کی صورت میں کافی ذرائع موجود ہیں۔ اگر صرف خطبۂ جمعہ میں اصلاح امت کے خاطر اپنے دل کی آواز لگائیں تو ہم ایک دن میں لاکھوں لوگوں کو

دینی دعوت سے بہرہ ور کر سکتے ہیں۔

سلف صالحین کے درس و تدریس، مساجد و مدارس ہی میں ہوا کرتے تھے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کس طرح ہوا کرتی تھی جس کا ذکر ہمیں قرآن میں ملتا ہے **"وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"** اور انھیں کتاب اور پختہ علم سکھاتے ہیں۔

اس آیت میں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی شان وشوکت کا پتہ چلتا ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کتاب وحکمت سکھائے اور تعلیم اس قدر راسخ و جاذب القلب تھی کہ صحابہ کرام کی جماعت مبارکہ کبھی بھی اپنے عقیدۂ توحید و رسالت سے منحرف نہیں ہوئی، اس لیے انہیں خالص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے بہرہ ور کیا گیا تھا۔

تو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق اسکول، کالج تعمیر کئے جائیں جہاں عصری تعلیم پر اسلامک طور پر بھرپور زور دیا جائے اور خصوصاً ایسے تدبیر کی جائے جس سے ملحدانہ خیالات کا سد باب ہو۔

مذہب کی ضرورت

(۱) سائنس جب کسی بھی مشینری کو ایجاد کرتی ہے تو اس کا موجد اپنی ایجاد کردہ مشین کے خراب ہونے کی صورت میں اسے ٹھیک کرنے کے لیے مکمل لائحہ عمل تیار کرتا ہے، بلکہ اس پر کام کرنے والوں کو با قاعدہ مینوؤل فراہم کرتا ہے۔

ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بعض حساس اور نازک مشینوں پر کام کرتے وقت اگر کاریگر کے ہاتھ میں مینوؤل نہ ہو تو اس کے خلاف قانونی کاروائی کردی جاتی ہے۔

انسان جیسی عظیم مشینری کے خالق نے ٹیکنیکل آڈر اور جو مینوؤل عطا فرمایا ہے اسی کا نام شریعت ہے، ملحدین ان اصطلاحات اور ان ناموں سے جتنی بھی نفرت کا ڈرامہ کریں مگر

ان حقائق سے منہ نہیں موڑ سکتے اور انہیں انسانی زندگی کے لیے یا تو خود کوئی نہایت منظم اور مدلل انسانی ٹیکنکل آڈر لانا پڑے گا، یا پھر اسلام کو ماننا پڑے گا۔

اسی ٹیکنکل آڈر کو عملاً سمجھانے کے لیے ماہرین کا عملہ بھی مشینری کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ مثلاً جب بھی کوئی ملک کسی دوسرے ملک سے جہاز خریدتا ہے تو انہیں اس ملک سے ماہرین کا عملہ بھی ساتھ بھیجا جاتا ہے۔

یہ مثال صرف بات سمجھانے کے لیے پیش کی گئی ہے بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے احکام کو عملاً کر کے دکھانے اور نافذ کرنے کے لیے بھیجے گئے عملے کو انبیاے کرام علیھم السلام کہا جاتا ہے۔

(۲) انسان کی زندگی کے دو مختلف پہلو ہیں، ایک ذاتی اور دوسرا اجتماعی، ذاتی زندگی کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو کا تعلق اس کی زندگی کی بقا سے ہے اور دوسرے پہلو کا تعلق اس کی زندگی کی محض گزران اور عیش سے ہے۔ اسی طرح اجتماعی زندگی کے بھی دو پہلو ہیں ایک ازدواجی یا عائلی اور دوسرا معاشرتی۔ عائلی زندگی کا تعلق اہل وعیال سے ہے جس میں ساس، بیوی، اولاد اور والدین شامل ہیں، اور معاشرتی زندگی کا تعلق گھر کے پڑوسی، زمین کے پڑوسی سے لے کر ملکی اور بین الاقوامی سطح تک وسیع ہے۔ اب مجموعی طور پر انسانی زندگی کے چار مختلف پہلو سامنے آ گئے۔

(۱) ذاتی زندگی کی بقا (۲) ذاتی زندگی کی گزران

(۳) عائلی زندگی (۴) معاشرتی زندگی

اب ملحدین بتائیں کہ زندگی کے یہ تمام پہلو تسلیم شدہ ہیں کہ نہیں؟ کیا زندگی کے ان تمام گوشوں کا مکمل راستہ تیار کرنا گناہ ہوگا یا انسانیت پر احسان؟ انسان کو جنگلیوں کی طرح جنگل کے قانون کے حوالے کر دینا انسانیت ہوگا یا حیوانیت؟

انسان کو ان چاروں پہلوؤں سے متعلق قانون اور راستہ مرتب کرنا ہوگا تا کہ جرم

سے پہلے جرم کی سزا کا قانون موجود ہو۔ کسی کو کسی کی جان لینے یا زمین چھیننے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، یہ قانون کوئی بھی مرتب کرے۔ بالفرض ملحدین ہی مرتب کر دیں تو ملحدین کے اس طے شدہ قانون کا نام کیا ہوگا؟ اگر اس کا نام راستہ ہوگا تو یہی مذہب کا ترجمہ ہے، اگر اس کا نام قانون (Law) ہوگا تو یہی اسلامی زبان میں ''شریعت'' کہلاتا ہے۔ نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ تو پھر مان جایئے کہ مذہب اور انسانیت لازم وملزوم ہیں۔ اب آپ خلا اور خاموشی کی مثالیں نہیں دے سکتے۔ خلا اور خاموشی کے لیے آپ کو زمین خالی کرنی ہو گی یا اپنی زبان کو خاموش رکھنا ہوگا۔

(۳) آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ تمام انسان ایک جیسے ذہن کے نہیں ہوتے اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ ذہین آدمی کبھی کسی کند ذہن پر اعتماد نہیں کرتا اور اس کے مشورے پر دار ومدار نہیں رکھ سکتا۔ یہ بات ایک بالکل تجرباتی اور سائنسی حقیقت ہے، اب اگر دنیا بھر کے کند ذہن آپس میں مل کر ذہین لوگوں کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر دیں، تحریک چلائیں، اور احمقانہ مطالبات کا ایک چارٹر تیار کر کے امن عام کو تباہ کر دیں تو آپ ان کا کیا بگاڑ لیں گے؟

یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ذہانت اور کند ذہنی کے صرف یہ دو ہی درجے نہیں بلکہ ہر بندے کی ذہانت دوسرے سے مختلف ہے، اور ان کے درمیان بے شمار درجات ہیں بعض لوگ کسی ایک میدان کے ماہر ہوتے ہیں مگر دوسری طرف ان کا ذہن چلتا ہی نہیں۔ کسی کا غصے میں دماغ خراب ہو جاتا۔ اور کسی کو خوشی میں کچھ نہیں سوجھتا، کسی کو ٹینشن لاحق ہو جاتی ہے اور چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لوگوں میں سب سے زیادہ ذہین، فطین، حلیم، حکیم، مستقل مزاج، عفو ودرگزر کے پیکر اور پاک ترین جسم وروح کے حامل حضرات کو اگر چن کر انسانیت کی راہنمائی اور نسبتاً کم ذہین لوگوں کی تربیت پر مامور کر دیا جائے تو یہ ایک نہایت دانشمندانہ فیصلہ ہوگا اور انسانیت پر رحم کی انتہا ہوگی۔

تو ایسے ہی لوگوں کو جب اللہ کریم جل شانہ نے چنا تو انہیں نبی اور رسول کا نام دیا۔ بڑی سادہ اور آسان بات جسے قبول کرنے کی بجائے ملحدین نے بدعقیدگی کا خول پہن کر تنقید کا نشانہ بنا ڈالا۔ اللہ کریم نے مصلحانہ اعلیٰ ظرفی کا عزم سونپتے ہوئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ (الاعراف، آیت :۱۹۹)

ترجمہ: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(۴) ہر مذہب کے پاس اپنے عقائد و نظریات کے حق میں کچھ نہ کچھ دلائل موجود ہیں اور اس کے ماننے والے اپنے مذہب کا دفاع ضرور کرتے ہیں۔

اب اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بد مذہب اور لبرل کہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ لبرل بن کر رہے، کسی پر تنقید نہ کرے اور کسی کی تنقید کا برا نہ مانے۔لیکن اگر وہ دوسروں پر سخت تنقید کرے، دوسروں کو گالیاں بھی دے، اپنے نظریات کو سچا کہے اور دوسروں کو غلط کہے، اپنے نظریات کا باقاعدہ دفاع کرے، بلکہ اپنے نظریات دوسروں پر تھوپنا چاہے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ایسا شخص خود کو لبرل کہنے میں سچا نہیں بلکہ اس کی ہر حرکت اس کے نظریے کے خلاف ہے۔

الحاصل! ملحدین کا اپنے نظریات کا دفاع کرنا اس چیز کا ثبوت ہے کہ الحاد بھی ایک مذہب ہے اور مذہب کو مانے بغیر ملحدین کے پاس کوئی چارہ نہیں۔

ملحدین کے اعتراضات

سوال(۱): مذاہب میں اختلاف کیوں؟

جواب: تعلیم یافتہ لوگوں کی نسبت یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ یہ جملہ کہہ کر کہ ''سائنسی علوم میں اختلاف نہیں پایا جاتا'' دراصل تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ علم کا

کوئی سا بھی شعبہ ہو اور علما کی کوئی سی بھی جماعت، خواہ اس کا تعلق سائنسی علوم سے ہو یا سماجی علوم سے، مذہب سے ہو یا فلسفے سے، معیشت سے ہو یا معاشرت سے، ان میں علمی اختلاف کی حیثیت بنیادی ہے۔

ایک مثال Economics کی تعریف Definition ہی کو لے لیجئے، اس میں بھی اعلیٰ علم کے تین گروہ ہیں۔ کلاسیکل، نیو کلاسیکل اور موڈرن اکنامکس، اور دلچسپ و حیران کن بات یہ ہے کہ تینوں گروہوں کے مابین اکنامکس کی فروعات ہی میں نہیں بلکہ بنیادی تعریف ہی میں بعد المشرقین ہے۔ گویا اکنامکس کیا ہے۔ صرف اس ایک بنیادی تعریف ہی پر اہل علم کا اتفاق نہیں ہے اور وہ تین مختلف گروہوں میں منقسم ہیں۔

لہٰذا اختلاف اور مکاتب فکر کی کثرت کی بنیاد پر مذہب کی تقصیر وتحقیر کرنا ایک تعصب سے پُر رویہ ہے۔ اگر اختلاف کی بنیاد پر مذہب کا انکار کیا جاسکتا ہے تو تمام سائنسی علوم کا انکار کر دینا چاہیے کیوں کہ یہ بھی اختلاف کی زد میں ہیں۔

سوال (۲): مذہب انسانوں کو غلام بنا دیتا ہے اور آزادی چھینتا ہے۔ ہم کسی سے روٹی کھانے، سونے، جاگنے اور پہننے کے طریقے سیکھ کر پابند نہیں ہونا چاہتے، اپنی مرضی سے جینے اور اپنی مرضی سے مرنے کے لیے مذہب کا انکار کر دینا بہتر ہے۔

جواب: غلامی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کسی انسان کو خرید کر ساری زندگی کے لیے اس سے دھندا کروایا جائے۔ اور دوسری یہ ہے کہ کسی کے ملازم رہ کر اس سے تنخواہ لی جائے۔ تیسری یہ کہ کسی کے پاس شاگرد بن کر سیکھا جائے اور اس کے سکھانے میں ٹانگ نہ اڑائی جائے، چوتھی یہ کہ اولاد بن کر ماں باپ سے سیکھا جائے اور ان خدمت کی جائے، پانچویں یہ کہ کسی سے کام نکلوانے کے لیے وقتی طور پر اس کی چاپلوسی اور خدمت کی جائے، چھٹی یہ ہے کہ کسی مہربانی کا صلہ دینے کے لیے شکرانے کے طور پر اس سے وفا کی جائے، ساتویں یہ ہے کہ کسی حکومت کے ماتحت رہا جائے خواہ وہ حکمران اپنا ہم خیال ہی کیوں نہ

ہو، آٹھویں یہ ہے کہ کسی غیر حکومت کے ماتحت رہا جائے۔نویں یہ ہے کہ کسی کا قرضہ اتارنے کے لیے ایک عرصہ تک اس کے ہاں مشقت کی جائے۔

ان کے علاوہ غلامی کی بہت ساری قسمیں آپ کے علم میں ہوں گی اور ضرورت کے طور پر ان میں سے اکثر پر کسی کو کوئی اعتراض بھی نہ ہوگا۔لیکن اگر ہم ان سب کے ساتھ اتنا اضافہ کریں کہ امتی بن کر نبی کے ماتحت رہنا تو اس بات پر ملحدین کے تن بدن میں آگ کیوں لگ جاتی ہے۔

ثانیاً: آپ اپنی مرضی سے جینا مرنا چاہتے ہیں۔لیکن اگر مذہب سے خلاصی پا کر بھی اپنی مرضی سے نہ جی سکے اور نہ مر سکے تو پھر کیا بنے گا؟ اگر آج ہی حادثہ ہو گیا تو دونوں حسرتیں ختم۔اب اس میں مذہب کا کیا قصور ہوگا؟

ثالثاً: تم نے کہا کہ اپنی مرضی سے مرنا چاہتے ہیں۔یہ مرنا اپنی مرضی سے کیسے ہوتا ہے؟تم نہیں چاہو گے مگر مرنا پڑے گا پھر مرضی کیسی؟تم بستر پر مرنا چاہو گے مگر سڑک پر مرنا پڑے گا، پھر مرضی کیسی؟ تم عزت سے مرنا چاہو گے مگر ذلت کی موت مرنا پڑے گا، پھر مرضی کیسی؟

رابعاً: اگر تم اپنی مرضی سے مرنا چاہتے ہو تو پھر مسلمانوں کو ان کی مرضی سے کیوں روکتے ہو؟ ہماری مرضی سیدنا محمد ﷺ کے اتباع میں جینا مرنا ہے۔پھر تمہیں کیا تکلیف؟ اپنی مرضی دوسروں پر کیوں تھوپ رہے ہو۔ہمیں اپنے پاک نبی کی پاک زندگی کو نمونۂ عمل بنانا ہے۔

خامساً: اگر غور کرو تو خودکشی کے سوا اپنی مرضی سے مرنے کا کوئی طریقہ دنیا میں موجود نہیں، گویا مرضی کی موت بھی تمہاری ذات کی موت نکلی۔

سادساً: تمہیں یا تو روٹی کپڑا چھوڑنا پڑے گا یا پھر اسے کھانے پہننے کا کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنا ہوگا، اور وہ طریقہ کسی نہ کسی کا بتایا ہوا ضرور ہوگا، اگر کسی کا بتایا ہو طریقہ

منظور نہیں تو پھر ہزاروں سال پرانے غاروں میں جا کر پتوں کا لباس پہننا پڑے گا اور مذہب سے آزادی بہت مہنگی پڑے گی۔(اسلام زندہ باد، ص ۳۰)

سوال (۳): کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا میں فسادات کی بہت بڑی وجہ مذہب ہے؟ اکثر لوگ عقیدے پر لڑتے مرتے ہیں۔ مذہب کا انکار کر دیا جائے تو جھگڑا ختم؟

جواب: اکثر جھگڑے مذہب کی وجہ سے نہیں بلکہ اکثر جھگڑے معاش اور جنسیات وغیرہ کی وجہ سے ہیں۔ مثلاً جھگڑے کا اکثر سبب زن، زر اور زمین ہے۔ اب بتاؤ، زن، زر اور زمین کا انکار کیوں نہیں کرتے؟ ترکِ نکاح کا مشورہ دینے کی بجائے عورت سے دست کش ہو جاؤ، دولت بے لگام ہو کر کمانے کی بجائے روکھی سوکھی پہ گزارہ کرو، اور اپنی زمین اور جائیداد دوسروں کے حوالے کر کے چین کی زندگی گزارو۔ اس طرح غم سے دوسروں کی بھی جان چھوٹ جائے گی۔

ثانیاً: مذہب کا انکار کرنے سے جو نیا جھگڑا پیدا ہوگا اس کا کیا علاج؟ تمہارے پاس کیا گیارنٹی ہے کہ مذہب کا انکار کرنے سے جھگڑا ختم ہوگا؟ کیا تم پوری دنیا کو مذہب کے انکار پر متفق کر سکو گے؟

ثالثاً: فسادیوں کا پرانا فارمولا اتحاد کے نام پر فساد ہے، لہٰذا اس طرح کا اتحاد ایک نئے فساد کا سرچشمہ ہوگا۔

رابعاً: جو جھگڑے جنسیات کی وجہ سے ہوتے ہیں ان کو ختم کرنے کے لیے اعضاء تناسل کاٹ دینا کیسا؟ جواب دیجیے! یہ بہتر یا اسلامی تعلیمات کے مطابق خواہشات کو کنٹرول کرنا بہتر؟

خامساً: جو جھگڑے معاش کی وجہ سے ہوتے ہیں انہیں ختم کرنے کے لیے رمضان کے روزے رکھنا، نفلی روزے، یا سادہ کھانوں پر اکتفا کرنا، یا نبیوں کے کھانے پسند کرنا، یا ناجائز خواہشات پر کنٹرول کرنا، یا سیدھے لفظوں میں اسلامی طرزِ زندگی اپنا لینا اچھا راستہ

نہیں ہے؟ جواب دیجیے! (الملل والنحل جلد ا ص ۲۲۹) (اسلام زندہ باد: ص ۳۲)

سوال (۴): نکاح نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ کوئی کسی کو حرامی نہ کہتا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نسل پیدا ہوتی۔ بالکل جیسے آدم اور حوا کا نکاح نہیں ہوا تھا۔

جواب: اولاً اس دنیا میں عورت کا سب سے بڑا تحفظ نکاح سے ہے۔ بلکہ میاں بیوی دونوں صحت، اخلاق، اخراجات اور صاحب خانہ بن جانے کے حوالے سے محفوظ اور باعزت ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں نکاح کو حصن کہا گیا ہے۔ حصن کا معنی ہے قلعہ۔ قرآن شریف کا پانچواں پارہ "**والمحصنت**" سے ہی شروع ہوتا ہے۔

ثانیاً: نکاح نہ ہوتا تو کوئی کسی کی ذمہ داری پر نہ ہوتا اور بوڑھے لوگ دھکّے کھاتے یا سڑکوں پر مر جاتے۔

ثالثاً: اگر نکاح نہ ہوتا کوئی کسی بچے کو منہ نہ لگاتا کہ کیا معلوم یہ اس کا بیٹا ہے بھی کہ نہیں، اور اگر نکاح نہ ہوتا تو کوئی کسی کو باپ نہ کہہ سکتا۔ ہر آدمی شک کرتا کہ کیا معلوم یہ اس کا باپ ہے بھی کہ نہیں؟

رابعاً: اگر نکاح نہ ہوتا انسان کی اوقات کتے اور خنزیر جتنی ہوتی کیونکہ جانور نکاح نہیں کرتے۔ عورت صرف مرد سے ہی آزاد نہ ہوتی بلکہ لباس سے بھی آزاد ہوتی۔ صرف لباس سے ہی آزاد نہ ہوتی اپنے بھائی، باپ سے بھی برائی کرتی۔

خامسا: اگر نکاح نہ ہوتا تو شکوک وشبہات اور حسن و جمال کی ترجیحات کی بنا پر رقابتیں اور لڑائیاں ہوتیں۔

سادساً: اگر نکاح نہ ہوتا تو میراث کی تقسیم مصیبت بن جاتی اور قتل و غارت کا دروازہ کھل جاتا۔

سابعاً: اگر نکاح نہ ہوتا تو خطرناک بیماریاں مثلاً ایڈز وغیرہ عروج پر ہوتیں۔

ثامناً: اگر نکاح نہ ہوتا تو معاشرے کو کوئی نہ کوئی ضابطہ ضرور تیار کرنا پڑتا اور اسی

ضابطے کی ایک بہترین شکل نکاح ہے۔

تاسعاً: یہ نظریہ کہ آدم وحواء کا نکاح نہیں ہوا تھا، غلط ہے۔آدم وحواء کا نکاح ہوا تھا یا نہیں ، یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ جب آپ کو قرآن ،آسمانی کتابوں اور مذہبی کتاب پر اعتراض ہے تو پھر تاریخ اور اخبار کا کیا اعتبار؟ پوری دنیا کا دماغ آپ کی جاگیر تو نہیں کہ آپ جس بات کا چاہیں اعتبار کرلیں اور جس کا چاہیں انکار کردیں اور کوئی آپ پر گرفت کرنے والا نہ ہو۔

عاشراً: بتاؤ! قرآن نے حضرت حوا کو زوج کہا ہے کہ نہیں؟ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: "اُسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ" جب اللہ نے زوج کہہ دیا تو نکاح ہوا کہ نہیں؟

اگر ہماری کتابوں پر ہی اعتماد کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وجود مان لیا ہے تو پھر صرف میٹھا میٹھا ہپ کیوں؟ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا تو عرش کی دہلیز پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ﷺ لکھا ہوا دیکھا، حضرت آدم نے عرض کیا! اے میرے رب یہ کس ہستی کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! یہ میرا نبی ہے۔ میرا چنا ہوا ہے اور میرا محبوب ہے، اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا اور جنت و دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ سبحانہ نے حضرت حوا کو پیدا کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا ،تو عرض کیا اے میرے رب اسے میری زوجہ بنا دے،تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم اس کا مہر کیا دو گے؟ عرض کیا اے میرے رب میں نہیں جانتا۔تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دس مرتبہ درود پڑھ،تو آدم علیہ السلام نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا جس طرح کہ جبار جل جلالہ نے حکم دیا تھا،تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کردیا۔ (بستان الواعظین از علامہ ابن جوزی ص ۲۴۷)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام وحوا رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا۔

سوال (۵): اگر اللہ رحمٰن اور رحیم موجود ہے تو وہ اپنے بندوں کو پریشانیوں اور بیماریوں میں مبتلا کیوں کرتا ہے، بعض بیماریوں کی وجہ سے بندے ہلاک بھی ہو جاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ بلاشبہ منصف ہے مگر اللہ نے یہ دنیا ہر شخص کو برابر خوشیاں بانٹنے کے لیے نہیں بنائی۔ یہ دنیا ایک آزمائش ہے ایک امتحان گاہ ہے۔ اس دنیا میں ہر آزمائش پر صبر، جنت میں ایک پرسکون زندگی کا ضامن ہے۔ اس دنیا میں ہر شخص کو بادشاہت عطا نہیں کی گئی۔ نہ ہر شخص کو فقیر بنایا گیا۔ کسی کو بادشاہ بنا کر اس کی فراخدلی کو آزمایا گیا اور کسی کو فقیر بنا کر اس کے صبر کو آزمایا گیا۔ یہ امتحان صرف عام انسانوں کے لیے نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اللہ نے آزمائش میں مبتلا کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کئی سال بیمار رہے۔ مگر انہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس دنیا کی آزمائش پر صبر کریں۔ ان شاء اللہ اس کے بعد جو زندگی ہے اس میں ہر شخص کو اس کے اعمال کی مناسبت سے ٹھکانہ عطا ہوگا۔ اس چندروزہ زندگی کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ یہاں تو اللہ کافروں کو بھی نواز دیتا ہے۔ اس زندگی کی فکر کریں جو ابدی ہے۔ (اسلام، الحاد اور سائنس ص: ۱۵۱)

سوال (۶): رحمان اللہ کے ہوتے ہوئے غریب کے بچے بھوکے کیوں مرتے ہیں؟

جواب: اللہ پیدا کرنے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، پیدا کرنے والا بھی وہی، مارنے والا بھی وہی، اور مرے ہوئے کو دوبارہ زندہ کرنے والا بھی وہی، اب اگر کوئی غریب ہے، اس نے غربت میں بھی رب کو یاد کیا اور صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تو اس کے لیے رب تعالیٰ نے بڑا انعام تیار کر رکھا ہے۔

اس کی ایک مثال حدیث قدسی میں موجود ہے، جس کا مفہوم یہ ہے۔ اللہ کے سامنے ایک شخص لایا جائے گا جس کی زندگی انتہائی پر آسائش گزری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا بتاؤ! کبھی کسی تکلیف کا منہ دیکھا؟ وہ جواب دے گا: ”میں نے انتہائی پُر آسائش

زندگی گزاری، میں تکلیف سے واقف ہی نہیں‘‘۔

پھر اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو جہنم کا ایک پھیرا لگوا کر لاؤ۔فرشتے اس شخص کو جہنم کا ایک پھیرا لگوا کر لائیں گے۔ اللہ دوبارہ وہی سولات پوچھے گا۔مگر اس بار جواب مختلف ہوگا،’’ آسائش؟ کیسی آسائش! میں کسی آسائش سے واقف نہیں‘‘۔

اسی طرح ایک اور شخص لایا جائے گا جس نے انتہائی تکلیف دہ زندگی گزاری ہو گی ۔اس سے اللہ پوچھے گا۔ بتاؤ دنیا میں زندگی کیسے گزاری؟ وہ شخص کہے گا! بہت تکلیف میں گزاری۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس شخص کو جنت دکھا کر لاؤ۔ وہ شخص جنت کا صرف نظارہ کر کے ساری دنیاوی تکالیف بھول جائے گا۔

سوال (۷): اگر اللہ تعالیٰ بہت اچھا اور شیطان بہت برا تو شیطان کو پیدا کس نے کیا؟

جواب: اللہ کسی کو برا پیدا نہیں کرتا۔اس کے عمل اس کو برا بناتے ہیں۔پھر وہ باقی لوگوں کے لیے آزمائش کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ فیصلہ اس پر زبردستی مسلط نہیں کیا گیا۔اللہ کی نافرمانی کرنا پھر اس پر غرور میں مبتلا ہو جانا یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔ اللہ عالم الغیب ہے۔اللہ کو پہلے سے معلوم ہے کہ کون کیا کرنے والا ہے۔مگر اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ اس نے یہ فیصلہ کسی مقدر کی مجبوری میں کیا۔ (معاذ اللہ) (الحاد،ص:۱۵۲)

سوال (۸): اللہ تعالیٰ نے خود ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اور عقلوں پر تالے اور ہمارے کانوں، آنکھوں اور زبانوں سے حق بات کہنے کی توفیق چھین لی ہے، اور خود ہی عذاب دے گا یہ کیسا انصاف ہے؟

جواب: اس کا جواب اوپر شیطان کے موضوع میں آچکا ہے، اللہ نے کسی کو برا نہیں بنایا مگر غیب کا علم رکھتا ہے جس انسان کو جیسی زندگی گزارنی ہے وہ اللہ جانتا ہے، مگر اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں کہ اس شخص کو بری زندگی پر مجبور کیا گیا ہے، جو شخص خود اپنی مرضی سے اللہ

سے دور ہوجاتا ہے اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ لگادیا جاتا ہے، پھر مزید دور جانے ہو جانے پر مزید نقاط سے رفتہ رفتہ اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے، اس کو کہتے ہیں دل پر مہر لگادینا مگر اس کا ذمہ دار خود ملحد ہے۔ اگر یہ ملحد باطل سے باز آجائے تو راہ یاب ہوجائے گا۔

سوال (۹): اللہ تعالیٰ ہر شئی کا خالق ہے تو اللہ تعالیٰ کا خالق کون ہے؟

جواب: ملحدین کا یہ سوال خود اپنے ہی اندر خرابی بتارہا ہے اور اس سے ان کی جہالت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس لیے کہ ملحدین نے ہر مخلوق کا خالق پوچھا ہے اور واقعی ہر مخلوق کا خالق ضرور ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ مخلوق ہے ہی نہیں بلکہ خالق حقیقی ہے۔ اور خالق حقیقی کا خالق ممکن نہیں۔

ثانیاً: اگر خالق کا بھی کوئی خالق ہوا اور پھر اس کا بھی کوئی خالق ہوا اور اس تیسرے خالق کا بھی کوئی چوتھا خالق ہو تو یہ سلسلہ چل نکلے گا جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ عقل وانصاف اس بات پر متفق ہوجاتے ہیں کہ اس لامتناہی سلسلے کا کہیں نہ کہیں اختتام ہونا چاہیے۔ بس جب تک کوئی بھی خالق اپنے سے اگلے کا محتاج ہو وہ کائنات کا اصل خالق نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ خود مخلوق ہے جسے تم نے خالق سمجھ رکھا ہے۔ تخلیق کا یہ سلسلہ جس خالق پر جاکر انتہا پذیر سمجھتے ہوا سے واجب الوجود کہتے ہیں۔

اب اگر کوئی شخص اس واجب الوجود خالق کے خالق کا مطالبہ کرتا ہے تو ظاہر ہے ایسے شخص میں عقل نہیں۔

ثالثاً: ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ دیکھیں! انہی ملحدین کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"لن يبرح الناس يتساء لون حتّٰی يقولوا هذا الله خالق كل شی ء فمن خلق الله"**. (بخاری:۷۲۹۶، مسلم:۳۵۱)

ترجمہ: لوگ آگے سے آگے سوال کرتے جائیں گے حتی کہ کہیں گے: اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

اس حدیث میں تمہاری تردید کے ساتھ ساتھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمی معجزہ

بھی موجود ہے اور آپ کا علمِ غیب بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے اس سوال کے بارے میں ۱۴۰۰ سال پہلے خبر دے دی تھی۔

رابعاً: ویسے تو آپ مان رہے ہیں کہ پوری کائنات بغیر خالق کے وجود میں آگئی اور خالق کے بارے میں خالق کا سوال کرتے ہیں کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

یہ جواب بھی اچھا ہے کہ منطقی اصطلاح میں اسے Categorical mistake (واضح غلطی) کہتے ہیں۔

خامساً اگر کوئی کہے کہ انڈا کونسے درخت پر اگتا ہے تو یہ سوال ہی فضول ہے، اور اسی طرح اگر کسی کے والد صاحب ہسپتال میں داخل ہوں اور ان سے سوال کیا جائے کہ آپ کے والد کو لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی؟

جب ہم نے کسی کو خدا مان لیا تو اس کے لیے یہ سوال کرنا کہ اس کا خالق کون ہے؟ تو یہ بھی احمقانہ سوال ہے، خدا تو ہوتا ہی خالق ہے وہ مخلوق نہیں ہوسکتا۔

(اسلام زندہ باد: ص ۴۳۔ سیکولرازم: ص ۴۵)

سوال (۱۰): خدا نظر کیوں نہیں آتا؟

جواب: دنیا کی چند سالہ زندگی امتحان کے طور پر ہے جس میں کامیابی کی صورت میں ہمیں ہیشگی کی زندگی نصیب ہوگی۔ اگر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نظر آتا تو پھر کسی امتحان کی گنجائش موجود نہ رہتی۔ کون ایسا ہوتا جو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور گفتگو کرنے کے بعد اس کی نافرمانی کی سوچتا؟ اس دنیا کا امتحان اصل میں نیکی و بدی میں سے کسی ایک کے انتخاب کا امتحان ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے۔ اسی خالق نے واضح نشانیوں کے ساتھ اپنے رسولوں کو بھیجا ہے۔ اب یہ ہماری عقل کا فیصلہ ہے کہ ہم کون سی راہ اختیار کرتے ہیں۔

سوال (۱۱): جب کوئی چیز نظر نہیں آتی تو ہم اس پر کیسے ایمان لے آئیں؟

جواب: کسی چیز کا نظر آنا یہ صرف حس بصر کا کام ہے اسکے علاوہ چار حواس باقی ہیں ان کے ذریعے بھی اشیا کا ادراک ہوتا ہے، ایک حس کی نفی سے دیگر حواس کی نفی کو ثابت کرنا کم عقلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سائنسی دلیل: لہروں کے وجود کو ہر خاص و عام تسلیم کرتا ہے۔علم کے پھیلاؤ اور وسعت نے سائنس والوں کو یہ ماننے پر مجبور کیا کہ بے شمار علمی حقائق ایسے ہیں جن کا براہِ راست مشاہدہ ممکن نہیں ہے۔مگر ان کے بالواسطہ اثرات اس قدر واضح اور مبنی بر حقیقت ہیں کہ ان کے وجود کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس کی بہت بڑی مثال قانون تجاذب **Law of Gravitation** ہے۔ یہ بذات خود بالکل نا قابل مشاہدہ ہے۔

کشش ثقل کوئی مادی چیز نہیں ہے جسے کوئی شخص آپ کے سامنے کھڑا کر سکے، لیکن اس کے اثرات اس قدر واضح اور حقیقی ہیں کہ اس کا انکار کسی صورت ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح **Energy** یعنی قوت کو حواس خمسہ کی گرفت میں نہیں لایا جا سکتا، لیکن اس کے کمالات اور کارستانیوں سے سب واقف ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی چیزیں موجود ہیں جنہیں دیکھا تو نہیں جا سکتا مگر بقیہ حواس کے ذریعہ اس کا علم ہو جاتا ہے جیسے ہوا، گرم ہونا، ٹھنڈا ہونا وغیرہ اسی طرح روح کا وجود۔تو ہر نظر نہ آنے والی چیز کا انکار کرنا محض حماقت ہے۔

سوال (۱۲): خدا کی عبادت کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: انسان کے اندر ایک داعیہ شکرانے کا موجود ہے۔یعنی ایک سلیم الفطرت شخص اپنے محسن کے احسانات کا شکر بجالانا چاہتا ہے اور اگر ممکن ہو سکے تو ان احسانات کا بدلہ اپنی جانب سے کسی اچھے عمل کی صورت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔اسی طرح ایک صالح فطرت شخص ساری کائنات میں غور کرتا ہے اور اسے اپنی خدمت میں لگا ہوا دیکھتا ہے تو بے اختیار

ان نعمتوں کے شکرانے کے طور پر اپنی جبین نیاز کو جھکا لیتا ہے اور چاہتا ہے وہ اس ہستی کا شکر گزار ہو جس نے اسے نعمتیں فراہم کی ہیں۔

چنانچہ انسان کو اگر خدا کے وجود کا یقین ہو اس کے خالق ہونے پر ایمان ہو۔ اور وہ اسے اپنا پروردگار بھی مانتا ہو تو وہ اس کا شکر گزار بھی لازماً ہوگا۔ یہی احساسِ شکر گزاری دراصل عبادت کی بنیاد ہے جس کی تسکین اگر نہ ہو تو انسان اپنے جیسی یا بعض صورتوں میں اپنے سے بھی کم تر مخلوق کی عبادت پر مجبور ہو جاتا ہے چنانچہ بندگی کے انہی جذبات کی تسکین کا لازمی تقاضہ ہے کہ انسان خدا کی عبادت کرے۔

سوال (۱۳): آخرت میں سزا کی مدت دراز کیوں ہے؟

جواب: ملحدین عقیدۂ آخرت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انسان دنیا کی قلیل سی زندگی میں جرم کرتا ہے لیکن مذہبی عقائد یہ بتاتے ہیں کہ وہ اس قلیل سی مدت کے گناہوں کے بدلے میں آخرت کی طویل سزا پائے گا جو کہ سراسر ظلم ہے۔

یہ اعتراض دراصل اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ عادلانہ سزا کے لیے جرم کے وقت اور سزا کے وقت میں نسبت قائم ہونا ضروری ہے، یعنی جتنی مدت میں جرم ہوا اتنی مدت تک ہی سزا ہو۔ حالانکہ جرم اور سزا کا تعلق وقت کی نسبت سے نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں ہونے والے اثرات پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جرم اور سزا کے وقت میں یہ نسبت قائم کرنا نہ صرف عقل اور عدل کے خلاف ہے بلکہ اس سے کئی مضحکہ خیز نتائج بھی نکلیں گے۔

مثلاً آپ چوری کے عمل کو دیکھیں، چور چند لمحوں میں چوری کرتا ہے مگر اس عمل کی اسے زیادہ مدت تک کی سزا دی جاتی ہے۔ ایک شخص کسی بم کے ذریعے بہت قلیل وقت میں جتنے انسانوں کا قتل کر سکتا ہے۔ ماضی میں ظالم بادشاہوں نے اس سے بہت زیادہ وقت لگا کر اس سے کم انسان قتل کیے تو کیا انھیں زیادہ وقت لگانے کی وجہ سے زیادہ سزا دی جائے گی؟ اسی طرح اس مفروضے پر اور بھی بہت سی مثالیں قیاس کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری

ہے کہ سزا کے متعلق اس جرم سے ہونے والے اثرات کو پیش نظر رکھا جائے، نہ کہ وقت کو۔ (الحاد: ص ۱۵۱)

فکری جنگ کا مقابلہ کیسے کریں

(۱) الحاد کے سارے دروازوں کو بند کرنا اور مسلمانوں کے درمیان اس کی روک تھام کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔ کتابوں، مقالات، ویب سائٹ اور مختلف اجتماعی پروگراموں کے ذریعہ لوگوں میں بیداری مہم چلانا اور اس کی ہولناکیوں سے انہیں آگاہ کرنا۔ نیز اس کے سبب معاشرے اور انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے نتائج و اثرات کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا۔

(۲) اس سلسلے میں خصوصی دروس و محاضرات کا اہتمام، علمی مجالس اور سمینار کا قیام، اور ایسی کتابوں اور بحوث کی اشاعت و تقسیم عمل میں آئے جو بطورِ خاص ملحدانہ افکار کا قلعہ قمع کرنے کے لیے تیار کئے گئے ہوں۔ اسی طرح الحاد کے بڑھتے فتنوں کے مقابلے کے لیے خطبا، مساجد، داعیانِ دین اور علما اور ومشائخ کا بھرپور تعاون کیا جائے اور ان کو تقویت بہم پہنچائی جائے تاکہ الحاد کے سیلاب کا رخ موڑا جاسکے، اس کا منہ توڑ جواب ملے۔ لوگوں کے دلوں میں دین کی عظمت قائم ہو، جدید نسل اور طلبہ کے اندر صحیح عقیدے کی پختگی اور رسوخ پیدا ہو۔

(۳) جو لوگ الحاد کے دلدل میں پھنسے ہیں ان سے ملاقات کرنا اور حق کی طرف ان کی رہنمائی کرنا۔ سنجیدگی کے ساتھ ان کے سوالات کو سننا اور دلائل کی روشنی میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرنا۔ ان کے شبہات کا علمی انداز میں جواب دینا۔ ایسے خطرناک افکار و نظریات کے مقابلے کے لیے علمائے اسلام سے بہتر بھلا کون ہوسکتا ہے۔ ایسے میں ان کی عظیم ذمہ داری ہے کہ اللہ نے انہیں شرعی علوم میں جو مہارت اور پختگی بخشی ہے اس کی روشنی میں تمام جائز وسائل کا استعمال کرتے ہوئے الحاد کا مقابلہ کریں اور ملحدین کے فتنوں کو

جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہمہ تن تیار اور کمر بستہ ہو جائیں۔ نیز غلط فہمیوں اور الحاد میں مبتلا لوگوں کے سوالات کا اطمینان بخش جواب دینے اور ان سے بالمشافہ بات چیت کا اہتمام بھی کریں۔

(۴) والدین اور اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں اور جدید نسل کی عقیدۂ توحید، ایمان و توکل اور اسلامی نقوش و ہدایات کی روشنی میں تربیت اور ذہن سازی کریں۔ کفر و فسق اور عصیان و سرکشی کی جعل سازیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے صحیح عقیدے اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فدائیت کے جذبے سے ان کے دلوں کو موجزن رکھیں۔ یہ بہت ہی عظیم ذمہ داری ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے سوال کرے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته" (بخاری ۲۵۵۸، مسلم ۱۸۲۶)

''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دورِ حاضر میں حالات جس طرح دھماکہ خیز ہیں، بچوں کی تربیت کا فقدان، مغربی معاشرے میں ہر طرح کی آزادی اور حریتِ دین کے تانے بانے جس طرح بنے جا رہے ہیں ان کے پیشِ نظر ہر والدین، ہر معلم ہر معاشرے اور ہر ذی شعور مسلم حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے بچوں، جدید نسلوں اور اپنے شہریوں کو الحاد کی سونامی سے محفوظ رکھنے کے لیے تمام وسائلِ مشروعہ کا استعمال کریں، الحاد کے سرچشموں کو پاٹ دیں۔ فکری یلغار کی توڑ کے لیے شرعی ماہرین اور علمائے ربانیین کی مدد لیں، اور اس فتنے کو اپنے معاشرے میں پنپنے سے پہلے ہی اس کی جڑیں کاٹ دیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اس فتنے سے محفوظ رکھے اور اس کے بھنور میں پھنسے لوگوں کو ہدایت کی توفیق دے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁